مسلسل اشاعت کے پچاس سال

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

600-599/ شوال، ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ جولائی، اگست 2015ء

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ: مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

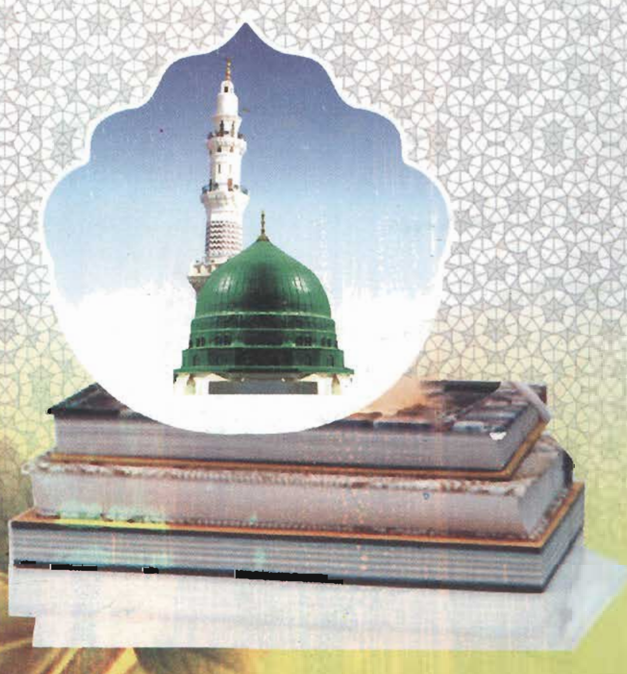

اپیل

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف
جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اپیل

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

جامعہ میں زیر تعلیم تین ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت' صدقات وعطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کے سالانہ لازمی اخراجات کا تخمینہ بغیر تعمیرات کے تین کروڑ سے زیادہ ہے جو اہل خیر حضرات کے عطیات' صدقات اور زکوٰۃ و تعاون سے پورا ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ آپ کی یہ خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری و ساری رہے گی۔

فون نمبر : 630793 -630435 (0923) -- 0332 5773536

فیکس نمبر : 630922 (0923) ای میل ایڈریس: editor_alhaq@yahoo.com

اکاؤنٹ نمبر : یونائیٹڈ بینک اکوڑہ خٹک 7-100-0001 (کوڈ 0288) منتظم اعلیٰ : جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تعمیر

قال اللہ جل جلالہ :انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الاخر (سورۃ توبہ ۱۸)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان لائے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال احب البلاد الی اللہ تعالیٰ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقھا
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں میں سب سے زیادہ محبوب مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند جگہیں بازار ہیں (مسلم)

قارئین کرام! جامعہ دارالعلوم حقانیہ جو بحمد اللہ ایشیاء کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی ہے' ہزاروں طلباء اور دیگر نمازیوں کیلئے پہلے سے موجود مسجد کا دامن ناکافی ہونے کی وجہ سے عرصہ سے حقانیہ کے شایان اور ہزاروں مسلمانوں کو اس اہم عبادت کی ادائیگی کیلئے وسیع و عریض اللہ کے گھر کی تعمیر شدت سے محسوس کی جارہی تھی۔ انجینئرز حضرات نے مجوزہ مقام کی جگہ وغیرہ کے سروے کے بعد ایک عظیم الشان نقشہ ماڈل کی صورت میں پیش کردیا ہے جسکے مزید جزئیات تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں۔ حضورؐ کے ارشاد کہ جس نے مسجد بنانے میں حصہ لیا اس نے اپنے لئے جنت میں اپنے لئے گھر مختص کرایا۔ تعمیری افتتاح چند دن قبل ہو چکا ہے اور کام جاری ہے۔ آپ بھی آیت کریمہ کے مطابق جو لوگ مسجد کی تعمیر میں حصہ لیں گے' ان کا خاتمہ ایمان سے ہوگا میں شامل ہونے اور جنت میں اپنے لئے گھر الاٹ کرنے والوں کی فہرست میں نام درج کرنے کیلئے ''مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ'' کے تعمیر میں ابھی سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

انتظامیہ : **جامع مسجد حضرت مولانا عبدالحقؒ** جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ نوشہرہ برانچ کوڈ (0120) مسجد اکاؤنٹ نمبر: 4-3710187

یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ اکوڑہ خٹک: 216340329 .... (رابطہ نمبر 0332-5773536)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

اے بی سی آڈٹ

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 50

شمارہ نمبر 10-11

شوال ، ذوالقعدۃ ۱۴۳۶ھ

جولائی، اگست ۲۰۱۵ء

بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت 28-8-15

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: موتمر المصنفین حقانیہ کا نیا علمی شاہکار خطبات مشاہیر (دس جلد) ...... حضرت مولانا سمیع الحق — ۲
- دارالعلوم حقانیہ کی جانب سے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کو اعزازی ڈگری ...... مولانا راشد الحق — ۶
- ملا محمد عمر مجاہد کی وفات اور خطے کی بدلتی صورتحال ...... محمد اسرار ابن مدنی — 8
- افغان طالبان کا مستقبل؟ ...... جناب حامد میر — ۱۳
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات ...... مولانا حافظ عرفان الحق — ۱۶
- اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق — ۲۹
- رسم قرآنی اور اختلاف قراءات پر مستشرقین ...... مولانا سعید الحق جدون — ۳۴
- ترکی میں طیب اردگان کی کامیابی اور درپیش چیلنج ...... جناب ارشاد الرحمن — ۴۱
- میانمر برما کے مسلمانوں کا المیہ ...... جناب ایوب منیر — ۴۶
- قاضی عبدالکریم کلاچوی کی وفات ...... مولانا ابوالمعز عرفان — ۵۱
- اسلام اور جدیدیت کی کشمکش ...... مولانا اسلام حقانی — ۵۵
- کدو (یقطین): قرآن اور سائنس کے تناظر میں ...... مولانا عبدالرزاق — ۵۹
- دارالعلوم کے شب و روز ...... مولانا حامد الحق حقانی — ۶۷
- تعارف و تبصرہ کتب ...... محمد اسرار ابن مدنی — ۷۰

نوٹ: ادارہ کا کالم نگار حضرات کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: 630435- 923 92+
فیکس نمبر: 630922- 923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز ﷽ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کا نیا علمی شاہکار

خطباتِ مشاہیر (دس جلد)

الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ کا شعبہ تحقیق وتصنیف مؤتمر المصنفین حضرت والدمحترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی نگرانی وصدارت میں پچاس سال سے سرگرم عمل ہے۔حال ہی میں حضرت والد محترم کی کوششوں سے دارالعلوم حقانیہ کے منبر ومحراب سے ۶۷ سال میں ہونے والے خطبات کا عظیم ذخیرہ مکمل ہوگیا ہے اور دس ضخیم جلدوں میں تقریباً پانچ ہزار صفحات پر مشتمل مجموعہ پریس سے چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔کتاب کی پہلی جلد کا مقدمہ مولانا سمیع الحق مدظلہ کے قلم سے ادارتی صفحات میں اہمیت کے پیش نظر بطور نقش آغاز نذر قارئین ہے (مدیر راشد الحق سمیع)

الحمدللہ کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت اور علوم اسلامیہ کی درس وتدریس کے ساتھ ساتھ رشد وہدایت دعوت وارشاد ،سیاست اسلامیہ اور جہاد و اعلاء کلمۃ اللہ کا ایک ایسا منبع بنادیا ہے جس کے چشمے چاروں طرف ہر میدان میں پھوٹ رہے ہیں، اس شجرہ طوبیٰ (جو اصلھا ثابت دفرعھا فی السماء کا مصداق ہے) کے مشک بار مہک اور صدابہار برگ و بار سے علم اور دین کے میدانوں میں موسم بہار کا سماں ہے، درس و تدریس کا فیض تو دارالعلوم کے درسگاہوں میں فیضیاب ہونے والے تشنگان علم تک محدود رہتا ہے۔

مگر دارالعلوم میں دنیائے اسلام بلکہ دنیا بھر سے اکابر علم وفضل اور اعیان امت اور زعمائے ملک وملت کی آمد کا سلسلہ روز اول سے جاری رہا، یہ حضرات دارالعلوم کی دستار بندی ختم بخاری اوردیگر اجتماعات میں یا انفرادی آمد کے موقع پر طلبہ وعلماء کی خواہش پر دارالعلوم کے منبر ومحراب سے اپنے پرنور خطابات سے بھی نوازتے رہے جبکہ مخاطبین عوام نہیں بلکہ علم کے متلاشی طلبہ اور علماءِ راسخین کا مجمع ہوتا ہے، ایسے مجمع سے ہر مقرر واعظ اور خطیب ومعلم تمام صلاحیتیں بروئے کار لاکر عمر بھر کا نچوڑ پیش

کرتا ہے کہ خطاب عوام سے نہیں اہل علم سے ہوتا ہے، روحانی اور علمی جواہر اور نکات وحکم سے لبریز یہ ارشادات کسی ایک وقت یا کسی خاص مجمع کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک پوری امت کیلئے سرمایہ رشد وہدایت اور کیمیائے سعادت ہوتے ہیں۔

ان ارشادات کو احقر بدوں شعور سے اکثر خود نوٹ کر لیتا تھا کہ اس وقت ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کی سہولتیں نہ تھیں اور کچھ بعد میں ٹیپ سے محفوظ کر کے ماہنامہ ''الحق'' اور دیگر ذرائع سے چھپ جاتے تھے، مگر ان خطبات کی اکثریت پراگندہ مسودات اور مختصر نوٹس کی شکل میں بکھرے ہوئے تھے، کچھ امتداد زمانہ سے ایسے دھندلا گئے تھے کہ انہیں محدب شیشوں (عدسات) سے پڑھ کر زندہ کرنے کی کوشش کی گئی، پچاس ساٹھ سال پر حاوی یہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد سمیٹتے ہوئے مرتب ومدون کر کے سینکڑوں فائلوں اور رسالوں سے جمع کرنے کا کام جوئے شیر لانے اور کوہ ہمالیہ سر کرنے سے کم نہیں تھا مگر احقر حوصلہ نہیں ہارا اور کام شروع کر دیا تو مشکل مراحل طے ہوتے گئے، اور دن بدن خطبات کی مالا کا حسن و جمال دوبالا ہوتا گیا اس بحر بے کنار کی وسعتوں اور موجوں کا اندازہ وسیع تر ہوتا گیا اور جلدیں توقع سے بڑھ کر تلك عشرة كاملة کی تفسیر بن گئیں یہ سب حضرت والد ماجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا فیضان اور ان کے قائم کردہ عظیم المرتبت ہشت پہلو ادارے جامعہ حقانیہ کی برکات کا صدقہ ہے۔

مکتوبات مشاہیر کی دس جلدوں کی شکل میں اشاعت کے بعد ان اکابر کی تحریری افادات کے بعد ان اکابر کی تقریری اور خطابتی فیوضات کی جمع وترتیب اور اشاعت کی ٹھان لی اور سوچا کہ پھر جمع کر رہا ہوں جگر لخت لخت کو اخ اور الحمدللہ اب وہ عظیم مہتمم بالشان کام خطبات مشاہیر کی دس ضخیم جلدوں کی شکل میں دنیائے علم و ادب اور سالکین راہ اصلاح وسلوک کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، جبکہ ابھی مزید مواد بکھرے ہوئے پلندوں اور ریکارڈوں میں موجود ہے، اور اللہ نے چاہا تو اس پر کام جاری رہے گا، دارالعلوم آنے والے محترم اصحاب علم وفضل کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جن کے ارشادات وملفوظات حیطہ تحریر میں نہیں لائے جاسکے، مگر جو کچھ ہوسکا اللہ کا کرم ہے

مالا یدرك كله لا يترك كله

منبر ومحراب حقانیہ کے علاوہ ایک بڑا حصہ دارالعلوم کے مجلّہ ماہنامہ ''الحق'' کے ذریعہ محفوظ ہوتا رہا، کچھ حقانیہ سے باہر ملک کے مختلف حصوں میں قومی وملی رہنمائی کیلئے منعقدہ تقریبات (جو

دارالعلوم کے اس ادنیٰ خادم کی تحریک اور نظم وانصرام میں منعقدہ ہوتے رہے) سے لی گئیں ، متحدہ شریعت محاذ، ملی یکجہتی کونسل ،دفاع افغانستان پاکستان ، جمیعۃ علماء اسلام وغیرہ ، دارالعلوم حقانیہ سے اس ادنیٰ خادم کی نسبت کی وجہ سے انہیں بھی دارالعلوم حقانیہ کے منبر ومحراب اور جامعہ حقانیہ کی جلوہ افروزی اور ضیا پاشی ہی سمجھا جائے۔

خطبات مشاہیر ایک ایسا گلدستہ اور کہکشاں علم و ہدایت ہے جس میں آپ علم وہدایت رشد واصلاح تصوف وسلوک جہاد و سیاست، دعوت وتبلیغ ،درس وتدریس، کے اوج بلند پر فائز شخصیات کی صحبت واستفادہ کی بیک وقت سعادت حاصل کر سکتے ہیں مثال کے طور پر مرشدین و مصلحین امت میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ،شیخ التفسیر لاہوریؒ ،مولانا عبد الغفور عباسی مدنیؒ ،مولانا خواجہ عبدالمالک نقشبندیؒ ،مولانا درخواستی صاحبؒ ،اور حکماء اور دعاۃ امت میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ، داعی کبیر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ،محدثین ومحققین میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ،مولانا شمس الحق افغانی صاحبؒ ،علامہ محمد یوسف بنوریؒ ،مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ،دعوت وتبلیغ میں مولانا محمد یوسفؒ دہلوی ،مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ اور مولانا طارق جمیل ،درس وتدریس میں اساتذہ ومشائخ دارالعلوم دیوبند وجامعہ حقانیہ، جہاد وعزیمت کے میدانوں کے شہسوار مولانا یونس خالص،مولانا محمد نبی محمدی،مولانا جلال الدین حقانی،امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد، ضیاء المشائخ ابراہیم جان شہیدؒ،صبغۃ اللہ مجددی، استاذ برہان الدین ربانی، ملا محمد ربانیؒ زعما جہاد میں خلعت شہادت سے سرفراز شیخ اسامہ بن لادن ،چیچنیا کے شہید صدر زیلم خان ،جیسے بے شمار شہدائے جہاد شامل ہیں۔

میدانِ خطابت کے شناور شہنشاہ خطابت سید عطاء اللہ شاہ بخاری خطیب بے بدل مولانا احتشام الحق تھانوی میدان حرب وضرب کے جنرل حمید گل، جنرل اسلم بیگ، آئین وقوانین کے ماہرین جناب اے کے بروہی جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال وہ زعماء جو دین اور سیاست کے میدانوں میں قائدانہ مقام رکھتے تھے،مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار نیازی،مولانا غلام غوث ہزاروی، اور قاضی حسین احمد ،حافظ محمد سعید اور دیگر بے شمار قائدین اور خالص سیاسی زعماء میں خان عبدالغفار خان،عبدالولی خان ، اجمل خٹک، میاں نواز شریف، وسیم سجاد، چودھری ظہور الٰہی، ارباب غلام رحیم ،غلام مصطفیٰ جتوئی،نوابزادہ نصراللہ، راجہ ظفر الحق و دیگر اوران کے علاوہ عالم عرب کے سرکردہ علماء ومشائخ علامہ بشیر الابراہیمی الجزائری علامہ شیخ ابوغدہ،علامہ محمود صواف ،علامہ عبدالمجید زندانی، مفتی

اعظم شیخ عبدالعزیز ابن باز، ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی، نائب رئیس الجامعہ مدینہ کے شیخ عبداللہ الزائد جامع ازھر کے کئی شیوخ الازھر، امام حرم، شیخ صالح بن حمید، ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف جیسے درجنوں کے علوم و فیوض کی ایک جھلک ان خطبات کے ذریعہ دکھائی دے گی۔

مدارس عربیہ کے تعلیمی نظام ونصاب پر ماہرین تعلیم اوراساتذہ فن کے اصلاحی تجاویز پر بحث و تنقیح پر ایک مستقل جلد ہے جو جامعہ حقانیہ میں منعقدہ وفاق المدارس کے سالانہ دو روزہ اجلاس میں ارباب مدارس مہتممین وفاق کے تجربات کا نچوڑ ہے اوراس سے رہنمائی اس دور کی خاص ضرورت ہے۔اس طرح نفاذ شریعت کی تحریک میں کی گئی تقاریر ملک میں تنفیذ اسلام کے عمل کے لئے بہتر رہنمائی کریں گی ہمافغان جہادی زعماء کے خطبات اس صدی کے عظیم جہاد (بمقابلہ روس و امریکا) کے اہم اور خفیہ گوشے بے نقاب ہوں گے۔بعض کتابوں کی رونمائی میں ارباب علم وادب، اصحاب صحافت وسیاست کے ناقدانہ خیالات بصیرت افروز ثابت ہونگے۔

کتاب کی پہلی جلد کا آغاز دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ ومشائخ سے کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اُم المدارس اور روحانی وعلمی ماں ہے پھر سید الطائفہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اس طبقہ کے سرخیل اور تقدیم وتقدیر کے مستحق ان کی آمد وملفوظات کو تبرکاً پیشانی کا جھومر بنادیا گیا ہے۔کتاب کے کئی ایک خطبات بعض اساتذہ وطلبہ نے ضبط کئے تھے ان کے نام خطبات کے آخر میں دے دیئے ہیں، اس جانگسل طویل عمل کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تخریج آیات وحدیث طباعت وغیرہ کے مختلف مراحل میں میرے قابل فخر تلامذہ مولانا محمد اسلام حقانی، مولانا اسرارابن مدنی (مدرس دارالعلوم حقانیہ)، مولانا محمد یاسر حقانی، مولانا عرفان الحق حقانی، کمپیوٹر شعبہ کے سربراہ بابر حنیف نے دلی محنت ولگن سے دن رات محنت کی، فرزند عزیز حافظ راشد الحق سلمہ عمومی نگرانی اور تعاون کرتے رہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کی کاوشوں کو قبول کرے۔الحمدللہ خطبات مشاہیر کے ذریعہ دارالعلوم کے فیوضات اب جامعہ کے درسگاہوں تک محدود نہیں رہے بلکہ باہر کی دنیائے علم وفن بالخصوص عہد حاضر کے قدیم وجدید طلباء ان علوم وفیوض سے استفادہ کرسکیں گے۔ یہ ایک پورے عہداور تاریخ کی ایسی داستان دلکشا اورصدائے دلربا ہے جسے قدرت نے لوح جہاں پر ثبت کردیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس سرمایہ علم وفکراور بے مثل خزانے کو افادہ عام اورناچیز کیلئے نجات کا ذریعہ بنادے۔

دارالعلوم حقانیہ کی جانب سے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کو اعزازی ڈگری پیش کی گئی

مجاہد اعظم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہدؒ کی وفات حسرت یاس پورے عالم اسلام کیلئے ایک حادثہ فاجعہ سے کم نہیں تھا۔ راقم بھی کروڑوں مسلمانوں کی طرح اُن سے عقیدت واحترام کے رشتہ میں بندھا ہوا ہے۔ان شاء اللہ اس طلسماتی شخصیت ،عزیمت وجہاد اور مجاہدانہ کارناموں پر تفصیلی تعزیتی شذرہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ فی الحال دارالعلوم حقانیہ سے ملا محمد عمر مجاہدؒ کو ملنے والی اعزازی ڈگری پر راقم کا نومبر۹۹ء کا اداریہ پیش خدمت ہے جو دارالعلوم کی تاریخ کا ایک اہم اور روشن باب ہے۔ (راشد الحق سمیع)

عالم اسلام کی ممتاز علمی، دینی، فکری اور جہادی درسگاہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ تقریب دستار بندی ۴رنومبر ۱۹۹۹ء کو منعقد ہوئی ۔اس موقع پر والد محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے راقم کی تجویز پر تحریک طالبان کے قائد، روح رواں اور امارت اسلامیہ افغانستان کے امیر المومنین شمس الاسلام ملا محمد عمر مجاہد کو دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے اعزازی سند (Degree) دینے کا اعلان کیا اور آپ کو شمس الاسلام کا تاریخی لقب بھی دیا گیا۔ یہ اعزازی ڈگری آپ کی ملت مسلمہ کیلئے عظیم خدمات کے اعتراف میں دی گئی ہے۔آپ نے جہاد افغانستان کے ثمرات اور لاکھوں شہداء کے خون کو ضائع ہونے سے نہ صرف بچایا بلکہ افغانستان اور عالم اسلام میں صدیوں بعد پہلی مکمل آزاد خود مختار اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی اور خلافت اسلامیہ کا احیاء کیا اور عظیم ہیرو اسامہ بن لادن کو تمام عالم کفر کی مخالفت کے باوجود نہ صرف تحفظ فراہم کیا بلکہ ان کی مکمل تائید وحمایت کی۔آپ نے علماء، دینی مدارس، اسلامی قوتوں اور جہادی تنظیموں کی دستار کو اُوج ثریا تک پہنچا دیا۔آپ نے درویشی اور قلندرانہ شانِ بے نیازی سے امریکی اور شیطانی قوتوں کا گزشتہ کئی برس انتہائی صبر اور استقامت سے مقابلہ کیا۔ڈگری دینے کے موقع پر ہزاروں حاضرین نے خوشی سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔ شہادۃ العالیہ کی یہ اعزازی ڈگری افغانستان کے وزیر مذہبی امور مولانا محمد مسلم حقانی قونصل جنرل مولانا نجیب اللہ اور جنگی محاذوں کے عظیم کمانڈر صدر ابراہیم نے وصول کی۔ اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم کا شکریہ ادا کیا۔ اس عظیم علمی ڈگری پر مہتمم دارالعلوم حقانیہ مولانا سمیع الحق صاحب کے علاوہ تمام اہم اساتذہ اور مشائخ کے دستخط ثبت ہیں۔ یہ دارالعلوم حقانیہ کی پہلی اعزازی سند ہے جو گزشتہ ۵۳ سال میں کسی شخصیت کو پیش کی گئی ہو۔ دارالعلوم کے اس اقدام سے پاکستان ، افغانستان اور عالم اسلام میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے اور علمی حلقوں نے اسے بہت سراہا ہے۔

امیر المومنین کو جامعہ کی طرف سے دی گئی ڈگری کا عکس ۲۰ نومبر ۱۹۹۹ء

بسم الله الرحمن الرحيم

الشهادة العالمية الفخرية من جامعة دار العلوم حقانية أكوره ختك

إلى شمس الإسلام أمير المؤمنين ملا محمد عمر المجاهد حفظه الله تعالى

[illegible]

و بعد فيسر الله ... جامعة دار العلوم الحقانية ... [illegible]

[illegible]

توقيع رئيس الجامعة الحقانية وشيخ الحديث بها

وتوقيعات الأساتذة

نوٹ: امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہدؒ، بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچویؒ، مجاہد اول کشمیر سردار عبدالقیوم، افغانستان جہاد کے عظیم فاتح کمانڈر جنرل حمید گل اور تاریخی مسجد مہابت خان کے خطیب حضرت مولانا یوسف قریشیؒ پر تعزیتی شذرات آئندہ شمارہ میں ان شاء اللہ شامل اشاعت ہوں گے۔ (مدیر)

ابن مدنی

ملا محمد عمر مجاہدؒ کی وفات اور خطے میں بدلتی صورتحال

دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کا کردار

گزشتہ دو ہفتے افغانستان پاکستان اور مسلم دنیا پر انتہائی کربناک گزرے، دنیائے اسلام کے دو عظیم مجاہد ملا محمد عمر اور مولانا جلال الدین حقانی کی وفات کی خبروں نے دنیا میں ہلچل مچائی، جس کے بعد ملا محمد عمر مجاہدؒ کی وفات حسرت آیات کی تصدیق ہوگئی، اس حوالے سے خطے میں کئی انقلابی تبدیلیوں کا امکان تھا، دارالعلوم حقانیہ اور اس کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا اس ضمن میں کیا کردار رہا، اُس کی ایک مختصر جھلک حسب ذیل پریس ریلیز اور میڈیا رپورٹس میں ملاحظہ فرمائیں۔

ملا محمد عمر مجاہدؒ اور مولانا جلال الدین حقانیؒ

کی وفات کی خبروں پر مولانا سمیع الحق کا تحریری بیان

یکم اگست (اکوڑہ خٹک) جمعیت علماء اسلام کے سربراہ اور درالعلوم حقانیہ کے چانسلر مولانا سمیع الحق نے امارت اسلامی افغانستان کے سربراہ اور افغان تحریک طالبان کے بانی امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اور سوویت یونین کے خلاف جہاد شروع کرنے والے بنیادی پتھر اور تاریخ اسلام کے عظیم روسی جہاد کے ہیرو، اپنے وقت کے امام شامل، عظیم گوریلا جرنیل مولانا جلال الدین حقانی کی موت کی خبروں پر ایک بیان میں کہا ہے کہ دونوں لیڈر زندہ ہوں یا موت کا پیالہ پی چکے ہوں دونوں صورتوں میں اُن کی ذات سامراجی طاقتوں کے سامنے حمیت ،شجاعت، جرات و بہادری اسلامی ممالک اور پوری انسانیت کے مظلوم اقوام کی آزادی اور خودمختاری کے تحفظ کے لئے ایک آئیڈیل اور سیمبل بن چکے ہیں۔ رہتی دنیا تک مسلمان انہیں محمد بن قاسم ،صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، سلطان ٹیپو شہید اور سید احمد شہید جیسے عظیم قائدین وفاتحین کی صف میں رکھ کر ان کے لازوال کردار سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ ان کی ذات کو قیامت تک امت مسلمہ کا عظیم اثاثہ اور سنگ میل سمجھا جائے گا۔ دونوں حضرات نے صیہونی اور صلیبی سازشوں سے نہ صرف افغانستان بلکہ پاکستان کی آزادی ،خودمختاری اور سالمیت کو تحفظ دیا ورنہ استعماری طاقتیں اب تک دونوں ممالک کو صفحہ ہستی سے مٹا چکی ہوتیں، یہ دونوں شیوخ پاکستان اور افغانستان دونوں کی آزادی کے عظیم ہیرو ہیں۔ جنہیں غیور اور محسن شناس قوموں کی طرح آج پاکستان کو بھی اِن کے شایان شان خراج عقیدت میں پیش پیش ہونا

چاہیے تھا۔ جبکہ یہ سبقت کل مصر کے تحریر اسکوائر میں جمع ہونے والے ہزاروں مصریوں نے حاصل کی۔ موت برحق ہے، تاریخ بنانے والے ایسے افراد کی موت پر مشکل سے یقین کرنا پڑتا ہے، مگر ہمارے لئے ہمارے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پیش ہونے والی مثالیں بہترین رہنمائی کرتی ہیں، حضرت عمرؓ تلوار سونت کر نبی کریمؐ کی وفات کی خبر دینے والوں کے خلاف کھڑے ہوگئے مگر صدیق اکبرؓ نے انبیاء کرامؑ اور خود حضور اقدسؐ کے بارے میں عبرِ وفات کی آیت برسر اعلان کیا کہ اگر کوئی محمدؐ کی عبادت کر رہا تھا تو حضورؐ انتقال پا گئے ہیں لیکن اللہ کی عبادت کرنے والوں کو معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہے۔ جو کبھی مرنے والا نہیں۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اسلام میں جہاد و شہادت کا تعلق اشخاص سے نہیں مشن اور مقاصد سے ہوتا ہے۔ نبی کریمؐ کا مشن قیامت تک جاری وساری رہے گا، اسی طرح شمع رسالتؐ کے اِن دونوں سچے پروانوں ملا محمد عمر اور جلال الدین حقانی کا مشن و کردار بھی زندہ و تابندہ ہے اور رہے گا۔ دونوں کو دو سپر پاورز کے غرور وپندار کو خاک میں ملانے کے لئے زندگی کے ہر لمحہ قربانیاں اور امت مسلمہ کے مضمحل رگوں میں نیا خون بن کر نئی زندگی اور نشاۃ ثانیہ بن کر رہیں گی۔ مولانا سمیع الحق نے یقین ظاہر کیا کہ کئی سالوں تک ملا عمر کی وفات اور حقانی کے بستر مرگ پر رہنے کے باوجود اِن کے جانثاروں نے شمع آزادی کو جلائے رکھا اور انہوں نے خبروں کو چھپائے رکھ کر سیاسی تدبر، اور جنگی حکمت عملی کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہاں دشمن حالت نزع میں ہے اور جاں بلب ہے، اُن کے پیرو افغان مجاہدین انشاء اللہ اتفاق و اتحاد اور مکمل یکجہتی، حکمت و تدبر سے افغانستان کو اس کے منظر مقصود آزادی اور نفاذ اسلام سے ہمکنار کریں گے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ دنیا جو بھی کہے اُن کی ذات ہم لاکھوں فرزاندان حقانیہ کے لئے قابل فخر اور توشہ نجات ہے۔ مولانا جلال الدین حقانی جامعہ حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے محبوب، مخلص، معتمد اور چہیتے شاگرد تھے، جنہیں دارالعلوم حقانیہ کے مسندِ درس وتدریس سے اٹھا کر سرخ سامراج سوویت یونین کے خلاف صف آرا ہونے کے لئے ان کے اپنے ملک افغانستان بھیجا، اور جہاد میں انہیں اپنے جانشین کا خطاب دیا جس کا حق انہوں نے اپنے گھر کے ایک درجن سے زیادہ مردوں وخواتین کا نذرانہ دے کر ادا کیا۔ جس میں ان کے جوانِ رعنا بیٹے اور کئی بچیاں بھی شامل ہیں، اور خود آخر وقت تک جہالت کی تمنا لئے ہوئے لوگوں کو صبر وشکر کی تلقین کرتے رہے، انہوں نے افغانستان میں بے سروسامانی کے عالم میں جہاد کی ابتداء کی اور اپنے رسولؐ کی پیروی کرتے ہوئے شاہت الوجو (چہرے مسخ ہوگئے) پڑھتے ہوئے کنکریوں اور پتھروں سے روسی ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں کو نشانہ بنایا۔ پیٹرول، مٹی کے تیل کی خالی بوتلوں کو بھر بھر کر کانواؤں کو نشانہ عبرت بنانے والے جلال الدین نے جہاد کی بنیاد رکھ دی۔ دونوں بڑی طاقتیں فرعونی غرور وپندار میں پوری امت کو مکھی اور مچھر سمجھ رہے تھے مگر آج

فرعون و نمرود کی طرح خود ہی سامان عبرت بنے ہوئے ہیں۔ان مجاہدین کمانڈروں نے حالت اسلام اور پوری امت محمدیہ کی ناک کٹنے سے بچالی، محمد عربیؐ کی لاج رکھ لی اور امت کا بھرم رکھا۔مولانا سمیع الحق نے بیان کے آخر میں پوری عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کے حکمرانوں اور تمام مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلاتے ہوئے متوجہ کیا کہ وہ عالم کفر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اُنہیں شایان شان خراج تحسین پیش کرنے کے لئے تعزیتی اجتماعات ریفرنس اور دعائیہ تقریبات کا اہتمام کریں، تمام مدارس اور مساجد میں بھی فاتحہ خوانی کا اہتمام کریں۔اس میں پاکستان اور افغانستان اور عالم اسلام کی آزادی خودمختاری اور سلامتی کے تحفظ کے لئے دعا کریں۔اس سلسلے میں مولانا سمیع الحق نے اعلان کیا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے کھلتے ہی پانچ اگست بروز بدھ نئے تعلیمی سال کے افتتاحی تقریب میں ختم قرآن سے ایصال ثواب کیا جائے گا۔انہوں نے ملک بھر کے علماء طلباء اور عوام کو اس دعائیہ تقریب میں شرکت کی دعوت دی ہے۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ملا محمد عمر مجاہدؒ
کا تعزیتی ریفرنس اور نئے تعلیمی سال کا افتتاح

دارالعلوم حقانیہ کا نیا تعلیمی سال ۵۔اگست کو شروع ہوا، افتتاحی تقریب دارالحدیث ایوان شریعت ہال میں منعقد ہوئی۔تلاوت کلام پاک کے بعد ملا محمد عمر مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا۔حضرت مہتمم صاحب نے ترمذی شریف سے آغاز کیا اور بعد میں ملا محمد عمرؒ مجاہد اور مولانا جلال الدین حقانیؒ کی خدمات پر پرمغز بیان فرمایا اور ان کی جہادی خدمات کو سراہا گیا۔شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب نے طلباء کو جامعہ کے اصول و قوانین سے متعلق تفصیلی خطاب فرمایا جبکہ مجلس کا اختتام شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی فکرانگیز دعا سے ہوا۔اس مجلس میں پاکستان سمیت افغانستان کے جید علماء کرام اور مشائخ جامعہ حقانیہ موجود تھے۔جس کی مختصر رپورٹ ملک کے مختلف اخبارات میں شائع ہوئی جو حسب ذیل ہے۔

نومنتخب امیر ملا اختر محمد منصور کی حمایت کا اعلان
تمام طالبان گروپوں سے اتحاد کی اپیل

(اکوڑہ خٹک) دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق اور شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ اور دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ و مشائخ پاکستان اور افغانستان کے ہزاروں سرکردہ علماء کی موجودگی میں افغانستان کی تحریک طالبان اور امارت اسلامیہ افغانستان کے نئے امیر ملا اختر منصور کی مکمل حمایت اور تائید کا اعلان کردیا ہے اور تحریک میں شریک تمام افغان طلباء زعماء اور جہادی قوتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ تمام خدشات او تحفظات کو بالائے طاق رکھ کر اور ملا محمد عمر مجاہد مرحوم کے جانشین اور ایک جھنڈے پر متفق ہوجائیں، یہ اعلان

یہاں دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کے افتتاح کے موقع پر درس حدیث دیتے ہوئے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے کیا اور کہا کہ عالمی طاقتوں کی سازشوں سے افغانستان کی سالمیت اور تحفظ اور تاریخ کی بے مثال قربانیوں لاکھوں کی شہادت کے بچانے اور افغانستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے اس وقت کی بیرونی طاقتوں سے ملک کی آزادی کیلئے برسرپیکار قوتوں کا اتحاد لازمی ہے ورنہ دشمن کے منصوبے کامیاب ہوکر تاریخی کامیابی اور فتح کو شکست میں تبدیل کردیں گے اور انتشار اور اختلاف کرنے والوں کو تاریخ کبھی معاف نہیں کریگی۔ مولانا سمیع الحق کے تائیدی اعلان کے ساتھ ہزاروں کا مجمع خوشی سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرنے لگا ،تقریب میں افغانستان کے سینکڑوں مقتدر علماء اور اہل حل وعقد بھی موجود تھے، استاد المجاہدین ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ نے بھی تفصیلی خطاب کیا اور تمام فضلاء حقانیہ اور افغانستان کے علماء سے مطالبہ کیا کہ وہ سب ملک کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں اور نئے امیر ملا اختر منصور کی امارت پر متفق ہوکر ملک کی آزادی اور اسلام کے نفاذ کے مقدس کو تکمیل تک تقریب میں ملا محمد عمر مجاہد مرحوم کے رفع درجات کیلئے قرآن پاک کے ختم سے ایصال ثواب کیا گیا۔ اور عظیم جہادی رہنما مولانا جلال الدین کی مکمل صحت یابی کیلئے دعائیں مولانا سمیع الحق نے دعا کرائی۔ مولانا سمیع الحق نے اپنے خطاب میں کہا کہ تاریخ ملا محمد کا شمار سلطان صلاح الدین ایوبی، ٹیپو سلطان جیسے مسلم کمانڈروں میں ہوگا۔ مولانا سمیع الحق نے طلبہ کو تلقین کی کہ وہ اپنی تمام توجہ حصول علم پر مرکوز کردیں اور اپنے اندر ایثار، قربانی، ہمدردی کی صفات پیدا کریں، تقریب سے جامعہ حقانیہ کے نائب مہتمم اور وفاق المدارس العربیہ کے نائب صدر مولانا انوار الحق نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ جامعہ حقانیہ کی بے مثال مقبولیت اس کے بانی مولانا عبدالحقؒ اور دیگر مشائخ کے اخلاص اور للّٰہیت کا ثمرہ ہے۔ تقریب میں جامعہ کے ہزاروں طلبہ نے شرکت کی۔ اختتامی دعا مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے فرمائی۔

افغان سفیر جانان موسیٰ زئی کی مولانا سمیع الحق سے ملاقات
افغان وزیر خارجہ کی مولانا سمیع الحق سے فون پر بات چیت

امارت اسلامیہ افغانستان کے نئے امیر ملا اختر منصور کی مولانا سمیع الحق صاحب کی طرف سے تائید و حمایت کی خبر قومی اور بین الاقوامی پریس میں بریکنگ نیوز کے طور پر حرکت کرتی رہی۔ اس تائید وحمایت کے بعد بہت سے اہم شخصیات نے مولانا سمیع الحق سے ملاقاتیں کیں، جس میں افغان سفیر جانان موسیٰ زئی بھی ۸/اگست کو اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور مولانا مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی، اس مجلس میں براہ راست افغان وزیر خارجہ نے فون پر تفصیلی بات کی اور افغان صدر جناب اشرف غنی صاحب کا پیغام پہنچایا۔ افغان سفیر صاحب سے مولانا مدظلہ نے افغان طالبان کا موقف دوٹوک الفاظ میں پیش کیا جو ملکی اور غیر ملکی میڈیا کے ہیڈ لائنز رہیں۔ اس کی اخباری رپورٹ حسب ذیل ہے۔

(اکوڑہ خٹک) افغانستان حکومت کے پاکستان میں متعین سفیر جانان موسی زئی نے آج اکوڑہ خٹک میں جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحق سے ان کی رہائش گاہ پر طویل ون ٹو ون ملاقات کی اور موجودہ سیاسی صورتحال بالخصوص افغانستان کے مشکلات پر سیر حاصل گفتگو کی ، افغان سفیر کو تقریباً چار گھنٹے مولانا کے ساتھ رہے اور ظہرانے میں شرکت کی، بعد میں میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے افغان سفیر نے کہا کہ افغانستان قیام امن اور صلح میں حکومتوں کا رول اپنی جگہ لیکن اصل کردار علماء ادا کرسکتے ہیں، بالخصوص مولانا سمیع الحق جو دینی سیاسی قومی کئی حیثیتوں سے انتہائی مثبت اور بہت بڑا رول ادا کرسکتے ہیں، ایسے نازک حالات میں ہم سب کی نظریں ان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ افغانستان کے منتخب صدر اشرف غنی اور افغان عوام کی خواہش ہے کہ مولانا صاحب امن اور صلح کی خاطر اس نازک گھڑی میں اپنا رول ادا کریں، انہوں نے کہا کہ مولانا سمیع الحق افغانستان کے تمام علماء کے استاد اور قابل احترام ہیں، ہمیں یقین ہے کہ وہ حالات کی نزاکت کا ادارک رکھتے ہیں ۔اس موقع پر مولانا سمیع الحق نے کہا کہ افغانستان اس وقت ملا محمد عمر مجاہد کی وفات کے بعد اہم موڑ پر داخل ہوگیا ہے۔ایسے حالات میں پاکستان افغانستان کے حکمرانوں اور طالبان کو تدبر اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اور ان تینوں قوتوں کو سب سے پہلے بیرونی قوتوں سے اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہیے۔ جب تک ہم بیرونی تسلط سے آزاد نہ ہوں تو ہم کامیابی حاصل نہیں کرسکتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے افغان سفیر کو مشورہ دیا کہ وہ طالبان کو اپنے صفوں کو متحد اور درست کرنے کا موقع دیں۔ ان کے اتحاد اور اتفاق سے نہ صرف افغانستان بلکہ خطے کے سارے قوتوں کا فائدہ ہے اگر طالبان اس وقت گروپوں میں بٹ گئے تو نہ مذاکرات کا راستہ کھل سکے گا نہ امن کا اور بڑی طاقتیں افغانستان کو نہ ختم ہونے والی خونریزی کی آگ میں ڈال دیں گی، انہوں نے طالبان سے بھی اپیل کی کہ وہ فوری متحد ہوکر مثبت پرامن مذاکرات کی راہ ہموار کریں ورنہ لاکھوں شہداء کی قربانیوں سے غداری ہوگی۔ مولانا نے کہا کہ طالبان کے جائز مطالبات کو سنجیدگی سے لیا جائے اب جبکہ حکومت پاکستان اور ہم سب کی کوششوں سے طالبان نے کھلے دل سے مذاکرات پر آمادگی ظاہر کی ہے تو ساری طاقتوں کو اسے غنیمت سمجھنا چاہیے۔مولانا نے کہا کہ اصل معاملہ تو افغان گورنمنٹ اور طالبان کا ہے ہم پاکستانی ہیں مگر استاد اور شاگرد کا جسے باپ بیٹے کے رشتہ کی طرح قابل احترام سمجھا جاتا ہے۔طالبان ملا محمد عمر کے مشن کو آگے لے کر اپنی صفوں کو منظم کریں اور اپنے اصل مقاصد کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوشش کریں ۔ معلوم ہوا ہے کہ ملاقات کے دوران افغان وزیر خارجہ کی بھی ٹیلی فون پر مولانا سمیع الحق سے کچھ دیر کے لئے بات چیت ہوئی جس میں دونوں طرف سے ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا گیا۔

بحث ونظر: جناب حامد میر*

افغان طالبان کا مستقبل؟

افغان طالبان کیلئے ملا محمد عمر کی موت کی تصدیق کرنا ایک مشکل فیصلہ تھا لیکن انہیں یہ مشکل فیصلہ کرنا پڑا ملا محمد عمر کی موت کی تصدیق کے بعد جلال الدین حقانی اور ملا محمد یعقوب کی موت کے دعوے بھی کیئے گئے لیکن یہ دعوے غلط ثابت ہوئے، عام خیال یہ تھا کہ ملا محمد عمر کی جانشینی کے معاملے پر افغان طالبان میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ان کی مسلح مزاحمت بھی کمزور پڑ جائے گی ملا محمد عمر کی جگہ ملا اختر منصور کو طالبان کا نیا امیر بنائے جانے کے اعلان پر کچھ اعتراضات سامنے آئے لیکن ملا اختر منصور نے امارت سنبھالنے کے فوراً بعد کابل حکومت کے ساتھ مذاکرات معطل کر کے اپنے آپ پر اعتراضات کی شدت کو کم کر دیا کیونکہ اعتراضات کرنے والوں کے زیادہ تر تحفظات ملا اختر منصور کی ذات پر نہیں بلکہ کابل حکومت کے ساتھ مذاکرات پر تھے، ملا اختر منصور کی امارت پر اعتراضات اٹھانے والوں میں ملا محمد عمر کے کچھ ایسے ساتھی بھی تھے جن کو کچھ عرصہ سے پاکستان سے بھی شکایات ہیں یہ شکایات پاکستان کیلئے کافی مشکلات کھڑی کر سکتی تھیں لیکن مغربی میڈیا اور افغان حکومت کے پروپیگنڈے نے افغان طالبان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ملا محمد عمر کی موت کے بعد اگر انہوں نے آپس کے اختلافات پر قابو نہ پایا اور پاکستان کے خلاف ایک نیا محاذ کھول لیا تو فائدہ دشمنوں کو ہوگا دشمنوں نے دعویٰ کیا کہ ملا محمد عمر کا انتقال پاکستان میں ہوا طالبان نے اس دعوے کی تردید کی تو دشمنوں نے کہا کہ ملا محمد عمر کو دفن تو افغانستان میں کیا گیا لیکن انہیں پاکستان میں قتل کر دیا گیا تھا اس دعوے کی تردید بھی ہوگئی تو ایک نیا دلچسپ دعویٰ سامنے آیا۔ ایک صحافی نے لکھا کہ ملا محمد عمر کراچی کی لی مارکیٹ میں آلو فروخت کیا کرتے تھے ملا محمد عمر کی کراچی اور کوئٹہ میں موجودگی کے دعوے کرنے والے آج تک اپنے موقف کو سچ ثابت کرنے کیلئے کوئی ٹھوس ثبوت سامنے نہیں لا سکے۔

بہر حال ملا محمد عمر کی موت کے بعد طالبان کے خلاف پروپیگنڈے کے طوفان نے انہیں نقصان کی

* معروف اینکر، صحافی، کالم نگار اور دانشور

بجائے فائدہ پہنچایا اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ اختلافات کو مل بیٹھ کر طے کرنے پر توجہ دی اس سلسلے میں مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے بھی اہم کردار ادا کیا ملا اختر منصور سے شاکی افغان طالبان کا ایک وفد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پہنچا اور ملا محمد عمر کی موت کے بعد پیدا ہونے والے صورتحال میں رہنمائی طلب کی مولانا سمیع الحق نے انہیں باہمی اختلافات ختم کرنے کا مشورہ دیا بعد ازاں مولانا صاحب نے ملا اختر منصور سے شکوے شکایت کرنے والے کچھ طالبان رہنماؤں سے خود بھی رابطے کئے اور آہستہ آہستہ ملا اختر منصور کے مخالفین خاموش ہوتے گئے ملا اختر منصور کی طرف سے کابل حکومت کے ساتھ مذاکرات کا عمل معطل کرنے کے بعد افغانستان میں طالبان کے حملوں میں شدت آگئی ہے۔طالبان نے کابل میں پولیس اکیڈمی اور مغربی افواج کے ایک مرکز پر حملہ کر کے عالمی طاقتور کو یہ پیغام دیا ہے کہ ملا محمد عمر کی موت کے بعد بھی طالبان ایک موثر قوت کے طور پر موجود ہیں شاید انہی حملوں کا اثر تھا کہ پاکستان کے سفیر اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق کے پاس جا پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ وہ افغان طالبان کو مذاکرات کا عمل دوبارہ شروع کرنے پر راضی کریں ،مولانا سمیع الحق مذاکرات کے حامی ہیں لیکن انہوں نے افغان سفیر کو طالبان کے تحفظات سے بھی آگاہ کیا اور بتایا کہ افغانستان کی جیلوں میں طالبان کے قیدیوں پر تشدد جاری رہا تو صدر اشرف غنی کی حکومت ملا اختر منصور کے روئے میں کسی لچک کی توقع نہ کرے۔ مولانا سمیع الحق نے ہمیشہ افغان طالبان کی سرپرستی اور ترجمانی کی ہے۔ان کی سیاست سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اُن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔حال ہی میں انہوں نے افغان طالبان کے بارے میں انگریزی میں ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ہے''افغان طالبان، وار آف آئیڈیالوجی''۔اس کتاب میں انہوں نے افغان طالبان اور ملا محمد عمر کے بارے میں کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ ملا محمد عمر کے دارالعلوم حقانیہ میں تعلیم حاصل کرنے کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں تاہم وہ دارالعلوم کے دو پرانے طلبہ مولوی یونس خالص اور نبی محمدی کے شاگرد رہے ہیں۔دارالعلوم حقانیہ نے ملا محمد عمر کو ایک اعزازی ڈگری ضرور جاری کی۔اس کتاب کے مطابق ملا محمد عمر کی دو بیویاں ہیں۔مولانا سمیع الحق نے لکھا ہے کہ ملا محمد عمر عورتوں کی تعلیم کے خلاف نہیں تھے البتہ وہ مخلوط تعلیم کے خلاف تھے۔اس کتاب میں مولانا صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ طالبان کے دور حکومت میں پوست کی کاشت کو ختم کر دیا اور سوارا جیسی رسموں پر پابندی لگائی جن کے تحت قبائلی دشمنیاں ختم کرنے کیلئے عورتوں کی زبردستی شادیاں کی جاتی تھیں۔فرگوسن نے لکھا ہے کہ ملا محمد عمر کے دور میں قاری برکت اللہ سلیم کابل میں ایک گرلز سکول چلاتے رہے جس میں سات ہزار طالبات

زیر تعلیم تھیں۔ ملا محمد عمر نے افغانستان میں ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کے تحفظ کیلئے کئی اقدامات کیے لیکن بدقسمتی سے عالمی میڈیا میں اُن کے مثبت اقدامات کو زیادہ توجہ نہ مل سکی۔

عالمی میڈیا نے ملا محمد عمر اور افغان طالبان کو صرف القاعدہ کے ایک سرپرست کے طور پر دیکھا۔ پاکستان کی حکومتیں تمام تر کوششوں کے باوجود ملا محمد عمر کو القاعدہ اور اسامہ بن لادن سے علیحدہ نہ کر سکیں۔ ملا محمد عمر نے ہمیشہ پاکستان کے مفادات کا خیال رکھا لیکن پاکستانی حکومت کی خواہشات اور گزارشات کو حرف آخر کبھی نہ سمجھا۔ ۲۰۱۰ء میں افغان طالبان اور پاکستانی حکومت نے کافی غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ ملا محمد عمر کے ایک قریبی ساتھی عبید اللہ اخوند ایک پاکستانی جیل میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ان کے اہل خانہ سے موت کی خبر چھپا کر انہیں خاموشی سے دفن کر دیا گیا۔ طالبان حکومت کے ایک اور سابق وزیر استاد یاسر بھی ایک پاکستانی جیل میں پراسرار موت کا شکار ہوئے۔ پھر ملا محمد عمر کے ایک اور قریبی ساتھی ملا عبدالغنی برادر کو کراچی میں گرفتار کر لیا گیا۔ مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ۲۰۱۰ء میں کس پاکستانی ادارے کا کون کون سربراہ تھا لیکن افغان طالبان کو زور زبردستی سے امریکا کے ساتھ اور حامد کرزئی کے ساتھ مذاکرات پر راضی کرنے کی کوشش میں وہی لوگ ملوث تھے جنہوں نے بعد میں سی آئی اے کے ایجنٹ ریمنڈ ڈیوس کو رہا کرا کر اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد کی زندگی میں غیر ملکی نوکری کا بندوبست کر لیا۔ یہ وہ دور تھا جب ملا محمد عمر کو بھارت سمیت کئی ممالک نے اپنے مفادات کیلئے استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن ملا محمد عمر تمام تر شکایتوں کے باوجود پاکستان کے بارے میں خاموش رہے تاہم افغان طالبان پر پاکستان کا اثر و نفوذ کافی کم ہو گیا۔

ملا محمد عمر کی موت کے بعد طالبان اور افغان حکومت میں مذاکرات کا عمل معطل ہو چکا ہے۔ یہ عمل بحال ہونا چاہئے تاہم اس معاملے میں پاکستان کو بہت احتیاط، صدر اشرف غنی کو برداشت و حکمت اور عالمی طاقتوں کو غیر جانبداری کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ افغان طالبان کی نفسیات کو سامنے رکھا جائے، اگر ان کے خلاف سختی کی جائیگی اور جھوٹ بولا جائے گا تو پھر جواب میں دھماکوں کی آوازیں آئیں گی۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

اعتذار: ماہنامہ الحق کے شمارہ جون ۲۰۱۵ء میں قرآن پاک کی آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ کے لکھنے میں کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی غلطی کی وجہ سے کمی بیشی ہو گئی تھی اس غیر دانستہ غلطی پر ادارہ اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہے۔

(قسط ۴۰) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۷۱ء۔۱۹۷۲ء/ ۱۳۹۰ھ۔۱۳۹۱ھ کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب' اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی مجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیران ذوق مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

قومی اسمبلی میں حق و باطل کی نظریاتی کشمکش کی ایک جھلک

نوٹ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ۱۹۷۱ء میں اپنے والد ماجد کے ممبر قومی اسمبلی منتخب ہونے پر ان کے ہمراہ معاونت کیلئے اسمبلی اجلاسوں کے دوران گیلریوں میں بیٹھ کر شریک ہوتے، اس دوران اسلامائزیشن کیلئے قراردادیں اور آئین میں مختلف اسلامی دفعات شامل کرنے کیلئے ترامیم وغیرہ جمع کرواتے تھے اور یہاں پر حزب اقتدار اور منتخب علماء کرام کی نوک جھونک کو حیطہ تحریر میں لاکر محفوظ بھی کرتے اور جسے گاہے بگاہے ''الحق'' میں شائع کرکے قارئین کواس میں شریک بناتے، یہ بھی ڈائریوں کا حصہ ہے، بعد میں اسلامائزیشن کی اس جنگ کی رپورٹ مولانا مدظلہ کے قلم سے ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' کے نام سے چار سو صفحات میں شائع ہوئی، اسی سلسلہ کا ایک تاثراتی مضمون 'قومی اسمبلی میں تین دن' کے عنوان سے بطور نمونہ پیش خدمت ہے: (عرفان حقانی)

''قومی اسمبلی کا اجلاس اگرچہ مختصر رہا مگر اس لحاظ سے بہت کامیاب کہ اگر ایک طرف اسلامی آئین اور اقدار سے گریزاں افراد نے اپنے ترقی پسندانہ تجددا باحیت، اور لادینی نظریات کے لئے پرانے

گھسے پٹے تمام دلائل اور حربوں سے کام لیا تو دوسری طرف اسلامی آئین کی عظمت اور برتری کی تڑپ رکھنے والے تمام افراد اور جماعتوں نے اس سلسلہ میں بے مثال اتحاد اور کامل یگانگت کا مظاہرہ کیا اور باہمی اختلاف فکر ونظر کو اس عظیم مقصد میں حائل نہ ہونے دیا، اور الحمد للہ کہ اس یکجہتی کی بدولت ایسے افراد تعداد کی قلت کے باوجود ماحول پر چھائے رہے۔

مسلمان کی تعریف کا مسئلہ

اجلاس کے آغاز ہی میں ایوان کی پچھلی انتخابی تلخی اور کھچاؤ کا سامنا کرنا پڑا ہمارے محترم دوست مولانا کوثر نیازی نے مولانا شاہ احمد نورانی اور جماعت اسلامی کا اس ضمن میں ''مسلم'' کی تعریف میں علماء کرام کے اس باہمی اختلاف کا بھی ذکر کیا جو کہ منیر انکوائری کے زمانہ سے ایک مفروضہ اور مغالطہ کی شکل میں اہل تجدد کا حربہ بنا چلا آرہا ہے، مولانا نیازی کا رخ جیسا کہ انہوں نے وضاحت بھی کی بقول ان کے جمعیت علمائے اسلام کے اکابر کی طرف نہیں تھا اور ان کے انداز بیان میں وہ تلخی اور شدت احساس بھی نمایاں تھا جو ۱۱۳ حضرات کے فتوئ تکفیر کے بعد رہا۔ مگر اس مغالطہ انگیزی سے بہر حال ایوان میں موجود ان تمام مختلف النظر علماء کا موقف مجروح ہوسکتا تھا۔ جو اسلامی آئین کی عظمت اور مسلم کی تعریف پر متفق تھے۔ پھر اتنی شدت سے اس اختلاف کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کا مقصد بظاہر یہ بھی تھا کہ عوام کو پہلے ہی مرحلہ میں باور کرایا جائے کہ علماء کے باہمی اختلافات ہیں جو اسلامی آئین کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں چنانچہ دوسرے دن پریس میں اس نوک جھونک کا ذکر ''مولاناؤں کے درمیان اسلامی آئین کے مسئلہ پر اختلاف اور کھچاؤ'' کے عنوان سے کیا گیا، جو سراسر حقیقت کے خلاف تھا۔ اس لئے کہ ایوان میں موجود تمام علماء خواہ بریلوی یا دیو بندی ہوں یا جماعت اسلامی اور کنونشن اور کونسل لیگ سے متعلق حضرات اس معاملہ میں کامل متفق تھے۔ مولانا نیازی نے میرے خیال میں علماء کی نہیں بلکہ اپنی پارٹی اور حزب اقتدار کی پرزور وکالت فرمائی تھی۔

شیخ الحدیث کی پیش کردہ مسلم کی تعریف پر اتفاق

بہر حال ان حضرات نے مختلف مواقع پر اس اختلاف کی قلعی کھول دی اور آخری دن جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے اپنی تقریر میں تمام حزب اختلاف کی طرف سے مسلم کی متفقہ تعریف پیش کی اور ایوان سے استصواب پر ایوان کے دائیں بازو نے بھی خاموشی اختیار کر کے نیم رضا کا

اظہار کیا تو عملاً اس چیلنج کا جواب ہوگیا۔

تقریر کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی ومحمود اعظم صاحب فاروقی اور دوسرے حضرات نے بھی مولانا کی تقریر کو سراہا۔ کراچی کے مولانا ازہری نے تو بار بار اپنی پریس کانفرنس میں بھی اس اتحاد و یگانگت کا ذکر کیا، ان کے اخبار المدینہ نے جلی سرخیوں کیساتھ شائع کر کے اس سے اتفاق کیا۔ حزب اختلاف کا موثر حصہ خان عبدالولی خان اور سردار شوکت حیات کی قیادت میں علماء کرام کا ہمنوا رہا اور یہ ان علماء کی بڑی کامیابی ہے۔ بالخصوص قائد جمعیۃ العلماء اسلام مولانا مفتی محمود اور مولانا ہزاروی کی مدبرانہ سیاست کی۔

مرزائیت اور کمیونزم پر اہل حق کے اجماع سے فرار کی کوشش

اس اختلاف کے پروپیگنڈہ کے شر سے خیر کا ایک پہلو یہ سامنے آیا کہ بار بار مرزائیت اور کمیونزم کے بارہ میں علماء کرام کو اپنا فریضہ ادا کرنے کا موقع مل گیا۔

ختم نبوت کے ذکر سے ایوان کے در و دیوار گونج اٹھے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے نہایت جذبات میں اعلان کیا کہ جو کچھ بھی ہو ہم ہرگز یہ برداشت نہیں کریں گے کہ پاکستان کی صدارت پر کوئی مرزائی یا کمیونسٹ قبضہ کر سکے۔

پیپلز پارٹی کے ملک جعفر صاحب (جن کے مرزائی ہونے کی شہرت تھی) جب اپنی تقریر میں نہایت گستاخی سے اسلامی اقدار کی ہنسی اڑا رہے تھے اور پاکستان کا نام سوشلسٹ ریاست رکھنے پر زور دے رہے تھے۔ تو ان کی زبان سے بھی نکلا کہ آج کی بحث سے علماء کی طرف سے بہر حال یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ کم از کم کمیونسٹ اور احمدی کے کافر ہونے پر یہ لوگ متفق ہیں۔

آگے چل کر اس اجماع سے فرار کیلئے کہا گیا کہ ۱۹۵۶ء کے آئین میں بھی مسلم ہونے کی شرط نہ تھی اور بقول ان کے یہ بنیادی حقوق کے منافی بات ہے لیکن شاید ملک جعفر صاحب کو معلوم نہ تھا کہ مولانا ہزاروی کی جماعت تو اُس آئین کی اس وجہ ہی سے مخالفت کرتی چلی آرہی ہے۔ آگے چل کر ملک جعفر صاحب نے فرمایا کہ اس مسئلہ پر کہ کون مسلمان ہے، کون نہیں؟ ملک میں بالخصوص پنجاب (تحریک ختم نبوت) میں بہت بڑا فساد ہوا ہے جس کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔ ملک صاحب کا خطرہ بجا ہے لیکن علماء تو مسلم کی تعریف اور وضاحت پر زور دیکر ایسے ہی خطرات کا سد باب کرنا چاہتے ہیں۔

مسلمان کا جداگانہ تشخص ہی قیام پاکستان کا وجہ جواز بنا

اس کے علاوہ برصغیر میں مسلمانوں کی جداگانہ مسلم حیثیت کا تعین اور تشخص ہی تو ہے جو پچھلے سو سال سے مسلمانوں کے مختلف سیاسی اور آئینی مسائل اور بحرانوں سے نکالنے کا ذریعہ بنتا چلا آرہا ہے۔ برصغیر کے خاص حالات جہاں مسلمان اقلیت میں تھے اس کی بات متقاضی رہنے کہ نہ صرف ہندو اور انگریز کے مقابلہ میں مسلمانوں کو اپنا ملی و جداگانہ حیثیت ثابت کرنا پڑا جو بالآخر تقسیم ملک اور قیام پاکستان کا ذریعہ بلکہ یہاں اسلام کے نام پر اٹھنے والی ان تمام تحریکوں کو اس جداگانہ امتیاز کی بدولت نبرد آزما ہونا پڑا۔ جو سنت نبوی ﷺ سے فرار اور ختم نبوت کے عقیدہ سے گریز پر مبنی تھے اگر مسلمان اس جداگانہ حیثیت پر اصرار نہ کرتے تو نہ پاکستان بن سکتا اور نہ ہم یہاں اسلام کی امتیازی شکل برقرار رکھ سکتے۔

مسلمان کی متفقہ تعریف ہماری سیاسی اور آئینی ضرورت

دیگر اسلامی ممالک کو ان مشکلات کا سامنا نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے مسلمان کی آئینی اور سیاسی تعریف وتشریح کو ضروری نہ سمجھا ہوگا، مگر یہ بات نہ صرف یہاں کی سیاسی اور آئینی ضرورت ہے بلکہ ملت کے اتحاد بقاء اور سالمیت کیلئے ریڑھ کی ہڈی جیسی اہمیت رکھتی ہے۔ فساد اور تباہی کا اندیشہ اس کی تشریح کی صورت میں نہیں بلکہ مبہم اور مجمل رکھنے کی صورت میں ہے کہ اس طرح مرزائی کمیونسٹ یا دوسرے غیر مسلم افراد چور دروازوں سے ملک کے کلیدی مناصب پر فائز ہوسکیں گے۔

عوام کی ہتک یا آئین سے دستبرداری

ملک جعفر کی یہ بات بھی بڑی عجیب تھی کہ صدر کا مسلمان ہونا ہم عوام پر کیوں نہ چھوڑیں؟ اور بقول افتخار الدین اس معاملے کو آئینی حیثیت دینا عوام کی ہتک ہے۔ تو کیا ملک صاحب عوام کو یہ حق دے سکتے ہیں کہ حکومت اور صدر مملکت کے اختیارات، دیگر انتظامی امور اور بنیادی حقوق سے متعلق دفعات بھی عوام ہی پر چھوڑ دیں اور اسی طرح تمام اقتصادی اور معاشی اصلاحات یا دیگر سماجی خرابیوں کا ازالہ اور اچھے برے کی تمیز بھی آئینی اور دستوری تحفظ کی بجائے عوام کی قوت تمیز پر چھوڑا جائے، کیا اس دلیل سے پورا آئین اور اس کا جبری نفاذ یا قانون کی بالادستی عوام کی ہتک نہیں ہوسکتی؟

ہمارے وزیر قانون صاحب کی بھی اسی طرح کی ایک مضحکہ خیز بات اخبارات میں آئی ہے، کہ نماز روزہ شراب زنا یعنی جن باتوں کا ذکر قرآن میں ہے اسے ہم آئین میں شامل نہیں کر سکتے......

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیئے

علماء کے بورڈ یا مشاورتی کونسل کی مخالفت

ملک جعفر صاحب نے اپنی تقریر میں علماء کے کسی خاص بورڈ یا مشاورتی کونسل کے قیام پر بھی کڑی تنقید کی اور حوالہ دیا پچھلے کئے گئے ایسے تجربات کا جو فائدہ مند ثابت نہ ہوئے، لیکن ملک صاحب یہ بھول گئے کہ پچھلے تجربات علماء حق اور دین کیلئے فائدہ مند ثابت نہ بھی ہوئے مگر شراب جوا اور سود حلال کر کے ملک صاحب جیسے لوگوں کیلئے تو بہرحال سودمند رہے۔ ایسی ناشکری اپنے محسنوں کی اور اتنے بھرے ایوان میں آج مساوات قسم کے جرائد میں شراب کی حلت پر جو دلائل اور مضامین آرہے ہیں وہ تو ڈاکٹر فضل الرحمان اور اس قماش کے محققین کی قے ہی ہے جسے چاٹ چاٹ کر ملت کے تن ناتواں کی غذائیت کا سامان ہو رہا ہے۔ ملک جعفر صاحب اور ان کے ہمنوا لوگوں کیلئے یہ بات بڑی خطرناک تھی کہ ایسا بورڈ اگر بنتا ہے اور اس میں حسب دستور قومی اسمبلی کے رکن ہی لئے جاسکیں گے تو یہ منتخب علماء جن میں ڈاکٹر فضل الرحمان جیسے لوگ نہیں مل سکتے، صحیح نہج پر کام کرنے لگ جائیں گے۔ اس لئے ملک صاحب نے اس بات پر خاص زور دیا کہ اگر ایسا کوئی رکن بورڈ میں شامل ہوتا ہے تو اسکی رکنیت اسمبلی ختم کردی جائے......

اس مرحلہ پر ہمارے مرد قلندر مولانا غلام غوث صاحب سے نہ رہا گیا، اور پوائنٹ آف آرڈر پر اُٹھ کر کہا۔ کہ جناب صدر میں اس میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی رکن مرزائی ہے تو اسکی ممبری بھی ختم کردی جائے۔ اس پر ملک صاحب خفیف سے ہو کر بیٹھ گئے اور ساری گھن گرج کی ہوا مولانا نے ایک ہی نشتر سے نکال دی۔

مسلمان کی تعریف پر ایک اور مخالفانہ نقطہ نظر

پی پی پی کے ڈاکٹر محمود بخاری نے بھی مسلمان کی تعریف کے مسئلہ پر مخالفانہ نقطۂ نظر پیش کیا وہ اور ان کے ہمنوا اس بات پر خاصے برہم تھے کہ اس طرح اختلاف و انتشار کو ہوا دیکر اسلام کے ایک مسلمہ فرقہ (مرزائیت) پر حملے کر کے فرقہ بندی کو ہوا دی جارہی ہے۔ مگر علماء کسی طرح بھی ایک ایسے فرقہ کو اسلامی فرقہ کہنے پر تیار نہ تھے جسے متفقہ طور پر اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ بخاری صاحب نے مسلمان کا ایک ایسا مفہوم مختلف حوالوں سے پیش کیا گویا تیمّم نہ بود گنج خدا بود۔

ایک دفعہ مسلمان کہلانے کے بعد کفر و الحاد کی کوئی ایسی بات نہ رہی جو اس مفہوم میں سما نہ سکے۔ اسمبلی میں بخاری صاحب کوثر نیازی صاحب کے ہم نشین تھے۔ ان کی تقریر کے دوران مولانا شاید اتفاق سے غائب تھے۔ مگر بخاری صاحب کی غلط سلط عربی اسماء کلمات کا تلفظ اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ یہ باتیں ان کے لئے نئی ہیں اور مولانا نے جاتے جاتے حق جوار ادا کرتے ہوئے انہیں کچھ نہ کچھ القاء کرا دیا

ہے۔ اس خیال کا اظہار ایک موقعہ پر بخاری صاحب سے میں نے کر بھی دیا مگر وہ ہنسی میں ٹال گئے اور کہا کہ وہ خود اس موضوع پر ایکسپرٹ ہیں بخاری صاحب نے اپنی تقریر میں اس بات پر بھی زور دیا کہ موجودہ آئین پچھلے تمام دساتیر سے زیادہ اسلامی ہے۔

وزیر قانون اور قرآن کا غلط سہارا

وزیر قانون صاحب نے ایک مرتبہ آئین میں شراب کی ممانعت کی بجائے حوصلہ شکنی کی تادیل میں کہا کہ جب قرآن میں صریح ممانعت کے باوجود لوگ اس پر عمل نہیں کرتے تو آئین میں آجانے سے کیا فرق پڑیگا تو علماء کی جانب سے فوراً کہا گیا کہ پھر تو جواء پر پابندی کے تکلف بیجا کی کیا ضرورت ہے، جبکہ اس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے، اس کا جواب حزب اقتدار کی جانب سے نہ ہوا۔

خواتین ارکان اور مغرب زدگی کا بھرپور مظاہرہ علماء پر تیر ونشتر زنی

خواتین ارکان نے تقریباً یک زبان ہو کر حقوق کے نام پر مغرب زدگی کا مظاہرہ کیا اور آزادی واباحیت کے وہ تمام تیر چلائے جو بار بار استعمال کی وجہ سے کند ہو چکے ہیں۔ بیگم نسیم جہاں نے کہا کہ ہمیں مغرب زدہ کہا گیا ہے، مگر کیا یہ مغرب زدہ لاوڈ سپیکر ٹھیک کام نہیں کر رہا؟ پھر تان مولوی بیچارے پر ٹوٹی اور کہا کہ اس طرف بیٹھنے والے احباب (علماء) محسوس نہ کریں۔ ان کا شغل ہی تکفیر ہے۔

کمال اتاترک، سر سید علامہ اقبال اور ہمارے بھٹو صاحب پر بھی کفر کا فتویٰ صادر کر دیا گیا ہے۔ اسلام میں ملائیت کی گنجائش نہیں۔ اس مرحلہ پر پھر مولانا غلام غوث اُٹھے اور کہا: محترمہ سر چھپا کر بات کریں اس ایوان کے احترام کی خاطر سہی۔

خواتین کے مسائل کا حل سوشلسٹ نظام میں

آگے چل کر محترمہ نے کہا جوا اور شراب کی بات کرنے کی بجائے سرمایہ داری اور اجارہ داری پر توجہ دینی چاہیے۔ آج بھٹو صاحب کی اصلاحات کی وجہ سے ہم پر نکتہ چینی کی جا رہی ہے۔ مگر ہم بیدار ہو گئی ہیں۔ استحصال قبول نہیں کریں گی۔ پھر آگے چل کر لاجواب بات کہی کہ علماء کی ایسی ہی تعبیرات کی وجہ سے بنگلہ دیش نے سیکولرزم قبول کر لیا ہے۔ سپیکر نے کہا محترمہ یہ جنگ آج ختم نہیں ہو گی۔ مگر وہ کہتی جا رہی تھیں کہ عورت اپنے مقام پر تب پہنچے گی کہ اس کی زنجیریں ٹوٹ جائیں اور پورا سوشلسٹ نظام اپنایا جائے۔

زنانہ استحصال؟ مولانا ہزاروی کا معنویت سے بھرپور طنز

ایک دوسری خاتون بیگم عباسی بھی اٹھیں اور عورتوں کے استحصال کا رونا رویا مولانا ہزاروی سے رہا

نہ گیا اور اٹھ کر سپیکر صاحب سے مخاطب ہوئے: صدر صاحب یہ عورتوں کا استحصال کیا معنی؟ اسکی تشریح کی جائے۔ ایک زبردست قہقہہ سے ایوان کشت زارزعفران بنا نہ صرف اسمبلی کے چیئرمین صاحب بلکہ پورا حزب اقتدار بھی مولانا کی اس معنویت سے بھرپور طنز سے محظوظ ہونے لگا۔ مولانا کی آواز پھر گونجی۔ محترم! یہ غریبوں کا استحصال تو سنتے آئے ہیں، یہ زنانہ استحصال کیا ہوتا ہے۔ پورا ایوان لوٹ پوٹ ہوگیا اور بولنے والی محترمہ خفیف ہو کر کہنے لگیں۔ ہم تو غریب ہیں مردوں کے رحم وکرم پر ہیں۔ مگر مولانا کی اس طنز میں تو عورتوں پر اس رحم وشفقت کا ایک دریا موجزن تھا جو اسلام نے عورتوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔

خواتین اپنے استحصال میں جذب ہوگئیں

استحصال کہاں ہوتا ہے۔ کلب میں جب وہ شمع محفل بن گئی، فلموں میں جب وہ زینت کا پردہ بن گئی، پبلسٹی میں جب اسے بکاؤ مال کے پہلو میں جگہ دی گئی مگر آہ اس استحصال میں وہ ایسی جذب ہوگئی کہ نجات کی ہی آواز کو صدائے قید وبند سمجھنے لگی اور آج وہ اسی نام پر اپنے استحصال کیلئے کھلی چھوٹ مانگ رہی ہے۔

عائلی قوانین یا خواتین کے طلاق کا دروازہ

پشاور کی مسلم لیگی خاتون ممبر بیگم شیرین وہاب نے عورتوں کے حقوق پر زور دیا، مگر منہ سے ایسی معقول بات بھی نکلی کہ استحصال کا سارا بھرم کھول دیا۔ عائلی قوانین نے عورتوں کو جن آلام ومصائب میں ڈال دیا ہے ایک ہی وار میں اس کا کام ختم کر دیا، کہنے لگیں کہ تعدد ازدواج پر پابندی سے مردوں کو مجبور کر دیا ہے کہ دوسری شادی کی خاطر وہ پہلی بیوی کو اگرچہ وہ کئی بچوں کی ماں کیوں نہ ہو، طلاق دیدے اور نئی شادی کیلئے راستہ نکالدے۔

یہ ایک جھلک تھی اس نظریاتی کشمکش کی جو اسمبلی میں دیکھنے میں آئی۔ صدر مملکت کے وسیع اختیارات بنیادی حقوق ، صوبائی خودمختاری کے حدود مارشل لاء کی دفعات کا تحفظ نیم صدارتی و پارلیمانی آئین، مرکز میں وفاقی پارلیمانی نظام، ان سب چیزوں پر بھی بحث مباحثہ ہوا، مگر زیادہ تر آئین کی اسلامی دفعات اور اسلامی حیثیت ہی زیر بحث رہے۔ شراب، فحاشی، ریس اور سود کی عدم ممانعت ، عائلی قوانین کی غیر اسلامی دفعات کا تحفظ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہو، مسلمان کی تعریف اور کتاب وسنت کے منافی قوانین کو ختم کرنے کی مدت کا تعین نہ ہونے کے بارہ میں جمعیۃ العلماء اسلام (۱) کی ترامیم شامل نہیں کی گئیں، نہ دیگر علماء کی متفقہ تنقید کو خاطر میں لایا گیا۔

---

(۱) ان ترامیم اور اس پر بحث مولانا مدظلہ کی مرتب کردہ رپورٹ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔(مرتب)

استحصال زدہ قبائلی اراکین اور خان قیوم کا ہر معاملہ میں ’’فل سپورٹ‘‘

اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ آئین پر رائے شماری میں حصہ ہی نہ لیا جائے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس معاملہ میں حزب مخالف کی ساری جماعتیں مکمل طور پر متفق رہیں قبائلی آزاد ممبر جو الیکشن نہیں سیلیکشن سے ایوان میں آتے ہیں، زیادہ تر حزب اقتدار کے استحصال کا شکار رہے اور مضبوط مرکز کے علمبردار خان قیوم صاحب نے تو ہر معاملہ میں فل سپورٹر بننے کی اتنی کوشش کی کہ گیلری میں بیٹھے ہوئے بعض تماشائی تو انہیں ’فل سپورٹ‘ کے نام سے یاد کرنے لگے۔ تاہم قبائلی ارکان آئین پر رائے شماری میں حزب اختلاف کے ساتھ بیٹھے رہے اور عجیب گومگو کے عالم میں ادھر یہ لوگ اپنے عوام سے اسلامی آئین کے سلسلہ میں جمعیۃ العلماء اسلام کی حمایت کے وعدے کر چکے تھے۔ اُدھر استحصال کے شکنجہ میں کسے ہوئے تھے پھر بھی قبائلی رہنما ملک جہانگیر خان صاحب نے کچھ حد تک یہ کہہ کر وعدہ کو نباہنا چاہا کہ ہم سات ارکان نے قوم سے اسلامی آئین نہ بننے کی صورت میں واپس ہو جانے کا وعدہ کیا اور ہم اس صورت میں ایوان چھوڑ بھی سکتے ہیں۔ ملک نعمت اللہ خان شنواری نے بھی کہا کہ آئین کی اسلامی حیثیت کے بارہ میں ہم مفتی محمود اور مولانا عبدالحق صاحب کی رائے کے ساتھ ہوں گے۔ اب دیکھنا ہے کہ مستقل آئین کی تدوین کی صورت میں یہ وعدہ کیسے شرمندہ ایفاء ہوتا ہے۔

ایوان میں علماء کی آمد سے خوش آئند تبدیلی

مجموعی حیثیت سے ایوان پر کون چھایا رہا اور کون پس منظر میں اس کا فیصلہ عوام پر چھوڑ دینا بہتر ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایوان میں علماء کی شکل میں وقار اور تقدس کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔ جبہ دوستار، متشرع چہرے، اور نماز کے وقت نماز کا اہتمام اور رسم تعزیت کے لئے کھڑے ہونے کی بجائے رسم فاتحہ خوانی اور بعض تقریروں میں حمد وصلوٰۃ یہ باتیں نئی تھیں مگر ایک خوش آئند تبدیلی کی علامت پہلے دن عصر کے وقت مفتی محمود صاحب نے نماز کے وقفہ کیلئے نکتہ اعتراض اٹھایا، اجلاس ملتوی ہو گیا۔ عصر کو نیچے لابی میں مولانا عبدالحق صاحب نے اور مغرب کو مولانا مفتی محمود صاحب نے جماعت پڑھائی۔ گو شرکت کرنے والے ۲۰، ۲۵ سے متجاوز نہ ہوئے مگر اس کا فائدہ یہ ہوا کہ صدر پاکستان نے تقریر شروع کرنے سے قبل اعلان کیا کہ نماز مغرب کے لئے تقریر روک دی جائے گی۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مسلم کی تعریف کے سلسلہ میں قومی اسمبلی میں ایک اہم خطاب

۲۷ اپریل ۴ بجے: (نحمدہ و نصلی) جناب چیئرمین صاحب! اس معزز ایوان پر دو قسم کی ذمہ داریاں ہیں۔ ایک تو اللہ مالک الملک کی جانب سے ہم پر ذمہ داری ہے اور وہ یہ کہ ہمیں اس اقتدار کی کرسی پر لاکر جانچنا چاہتا ہے کہ میرے ان بندوں کا جن کو ڈیڑھ سو برس بعد غلامی سے نجات دی گئی ہے۔ آزادی کے بعد ان کا سلوک ان کا طریقہ عبدیت اور ان کا شکر مولیٰ کے کرم کے مطابق ہے یا نہیں اور دوسری ذمہ داری خدا کی مخلوق کی جانب سے ہے کہ ہم نے ان سے وعدہ کیا اور کچھ ذمہ داریاں اپنے اوپر ڈال دیں کہ ہم مظلوموں کی اور ان لوگوں کی جن کی حق تلفیاں ہوئی ہیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں اور وہ کس طرح ادا کی جائیں۔

خداوند کریم کا ماننا اور اس کو حاکم اعلیٰ ماننا یہی ایمان ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ان الحکم الا للّٰہ حکومت اور حاکمیت صرف اللہ جل مجدہ کی ہے اور ہم لوگ بلکہ روئے زمین کے تمام باشندے بالخصوص مسلمان ان سب کی حیثیت تنفیذ احکام کرنے والوں کی ہے۔ اللہ کے احکام کی تنفید کرانا ہمارا فرض ہے نبی کریم ﷺ نے تنفیذ کے ساتھ ان احکام کی تشریح بھی کی ہے۔

کل لفظ مسلمان پر لے دے ہوئی تھی اور ایک مطالبہ ہوا تھا کہ اگر ہم مسلم ہیں تو مسلم کی تعریف کیا ہے؟ (اور کہا گیا تھا کہ اسکی تعریف پر اتفاق نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دستور میں اس کی تعریف شامل نہیں کی جاسکتی) تو گذارش ہے کہ مسلم ایک ایسا لفظ تو ہے نہیں جس کا کوئی مفہوم ہی نہ ہو، اور مہمل لفظ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو گویا دنیا کے اسی کروڑ مسلمان ایک مہمل لفظ کے مصداق ہوں گے۔ (لہٰذا یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے) رہا یہ کہنا کہ اس کی تفسیر اور تعریف میں اختلاف ہے۔ (تو یہ ایک مغالطہ ہے) حقیقت یہ ہے کہ اس کی تعریف میں کوئی اختلاف نہیں۔ ایمان اور اسلام کا مفہوم سب کو معلوم ہے کہ۔ التصدیق بجمیع ماجاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اردو میں مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ شخص جو وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور کتاب وسنت یعنی قرآن مجید، احادیث اور ضروریات دین کی تصدیق کرتا ہو۔ پیغمبر کے تمام محبیات پر یقین کرنا اور حضور ﷺ کو آخری نبی ماننا بایں معنی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نہ بروزی نہ ظلی نہ تبعی نہ مستقل کسی قسم کی نبوت نہیں مل سکتی جس طرح دنیا میں آخری اور سب سے کامل روشنی آفتاب کی ہے، اس کے اوپر

کوئی روشنی مادیات میں نہیں نہ اس کے بعد کسی روشنی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاالشمس فی نصف النہار ہیں ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور اس کے بعد کتاب وسنت اور ضروریات دین کا وہی مفہوم مانتا ہو جس پر خیر القرون کا اتفاق رہا یعنی اب کوئی شخص صلوٰۃ وزکوٰۃ کا معنی اپنی طرف سے نہیں کرسکتا۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں تابعین کے دور مین جو مفہوم تھا۔ ان تمام مفاہیم کو اسی طریق پر ماننے یہ ہے مسلمان۔

بہرحال ضروریات دین پر یقین اور محمد الرسول ﷺ کو آخری نبی ماننا لازمی ہے۔ پہلے سے جن حضرات کو نبوت ملی، جیسے حضرت عیسیٰ وہ اگر قیامت سے پہلے تشریف لائیں تو ان کو تو نبوت کئی سو برس پہلے مل چکی ہے، ان کا آنا اس کے منافی نہیں۔ آپکے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔

پس جبکہ ہمارے آئین میں یہ دفعہ رکھی گئی ہے کہ ملک کا سربراہ مسلم ہوگا تو ہم آپ کی وساطت سے اپنے معزز وزیر قانون سے استدعا کرتے ہیں کہ یہاں علماء کے جتنے طبقے موجود ہیں سب کو اس مفہوم پر میرے ساتھ متفق پائیں گے۔ اس لئے اگر ہم نے آئین میں مسلمان کی تعریف کا معاملہ طے کردیا تو بہت سی مشکلات اور مسائل سے نکل جائیں گے۔ (حضرت کی تقریر کو صرف پانچ چھ منٹ گذرے تھے اور کئی اہم امور پر گفتگو باقی تھی کہ اسپیکر نے وقت ختم ہونے کا اعلان کرکے تقریر ختم کرادی۔ حضرت نے اس کے بعد سوالیہ انداز میں ایوان سے اس تعریف پر رائے معلوم کرنا چاہی جس پر تمام حزب اختلاف نے مکمل اتفاق ظاہر کیا اور حزب اقتدار نے خاموشی اختیار کی۔ (الحق مئی ۱۹۷۲)

شیخ الحدیث حضرت والد ماجد کے تعزیتی تاثرات

استاذ محترم حضرت علامہ مولانا رسول خان ہزاروی مرحوم کی وفات

۲۱ نومبر ۱۷ء: حضرت مولانا رسول خان ہزاروی انتقال فرماگئے، دارالعلوم میں غم ورنج کی فضا ہے، مرحوم والد محترم کے اساتذہ میں سے تھے، میرے اصرار پر حضرت نے یہ تعزیتی تحریر خود قلمبند کی۔

حضرت الاستاد المحترم مولانا مرحوم کی جدائی نہ صرف پورے برصغیر بلکہ دیگر کئی ممالک کے علمی ودینی حلقوں کیلئے بھی بہت بڑا صدمہ ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون فان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی حضرت العلامہ جامع المعقول والمنقول مولانا رسول خان صاحب قدس سرہ العزیز دارالعلوم دیوبند کے درجہ علیا کے اساتذہ کرام میں سے تھے، حضرت کا علم بحر بے پایاں اور عمیق تھا، حضرت العلامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ کی

طرح حضرت مرحوم بھی تمام علوم عقلیہ اورفنون کے امام تھے پھر معقولات کے ساتھ منقولات پر بھی دسترس حاصل تھی ،دارالعلوم دیوبند میں علم کلام وفلسفہ ومنطق کی اونچی کتب مثلاً قاضی شرح سلم ،صدرا ،شمس بازغہ ، مسامرہ ،امور عامہ ،شرح اشارات ،شرح عقائد جلالی ،اور کبھی طحاوی شریف ،بیضاوی مسلم شریف بھی پڑھاتے تھے ،ناچیز کے نہایت مشفق استاذ تھے ،اور دارالعلوم دیوبند کی طالب العلمی کے دوران معقولات میں قاضی شرح سلم العلوم ،صدرا ،شمس بازعہ اور احادیث میں طحاوی شریف ،کلام میں شرح عقائد جلالی ، مناظرہ میں رشیدیہ وغیرہ کئی کتابوں میں ان کا شرف تلمذ حاصل ہوا۔

قیام پاکستان کے بعد لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے جلسوں میں جب جانا ہوتا ،اور وہاں میں زیارت کیلئے حاضر ہوتا ،تو دارالعلوم حقانیہ کی علمی ترقیات بالخصوص اس میں معقولات کی درس وتدریس کے اہتمام پر بہت مسرت کا اظہار فرماتے اور ہمیشہ خاص دعاؤں سے نوازا کرتے تھے ،دیوبند میں انہی کے ہمعصر حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی مرحوم بھی علوم وفنون میں یکتا اور امام وقت تھے ،ناچیز نے ان سے علم حدیث میں مسلم شریف اصول فقہ میں توضیح تلویح ،اور مسلم الثبوت ، علم منطق ، وفلسفہ میں امور عامہ ،شرح اشارات وغیرہ پڑھیں ،دونوں حضرات میں دیگر تمام اساتذہ کرام کیطرح بے حد محبت اور ربط وتعلق رہتا اور ایک دوسرے کی قدر دانی اور اعتراف کمالات میں پیش پیش رہتے طلباء دارالعلوم دیوبند کی علمی ترقی میں حضرت مولانا مرحوم کی مساعی کو بڑا دخل رہا ،طالبعلموں کی کتاب دانی اور مطالعہ کا طریقہ بتلاتے ،طالب العلم تھوڑی سی عبارت پڑھ لیتا ،پھر حضرت اول تو عبارت کتاب کے مطلب اور مفہوم کی وضاحت فرماتے ،مرادات سے عبارت کا انطباق فرماتے پھر قیودات کے فوائد بیان کرتے اور نقض وابرام کرکے مسئلہ کو نہایت منقح کردیتے اور اس کے بعد نفس مسئلہ اورفنی مباحث پر تفصیلی تقریر ہوتی گویا دقائق وحقائق کا ایک سمندر موجزن ہوتا اور ان کی زبان سے گویا علمی جواہرات اور موتی جھڑتے تھے۔

حضرت طلباء پر از حد شفیق تھے متانت اور وقار کے پہاڑ تھے ، بردباری اور تحمل کا پیکر تھے اور نہایت نفیس الطبع بھی تھے ،لباس ،چال ڈھال ہر چیز میں نفاست مترشح ہوتی ،مادری زبان پشتو تھی مگر دیوبند میں گھر سے باہر کبھی بھی پشتو بولتے نہیں دیکھا۔اس بے نظیر علم کے ساتھ تواضع بھی از حد تھی ایک ادنی تلمیذ سے بھی ایسی گفتگو فرماتے کہ جیسے کوئی بڑے عالم سے ہم کلام ہو،تقوی کا مجسمہ تھے ،اواخر عمر کا اکثر حصہ ذکر واذکار فکر ومراقبہ تبلیغ وارشاد میں گذارا ،قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد سے لیکر اب تک جامعہ

اشرفیہ لاہور میں حدیث کی تدریس فرماتے رہے، اور یہ جامعہ کی خوش بختی تھی کہ اسے ایسا نمونہ سلف بزرگ مل گیا، تھا، جامعہ میں ان کا ترمذی شریف کا درس بے نظیر ہوا کرتا تھا، پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے اسلاف میں سے تھے، افسوس کہ اکابر سب چلے گئے مگر کوئی بدل نہیں مل سکے گا، بلکہ ایسے جامع الصفات اکابر کا کسی ایک وصف میں بھی بدل نہیں ہوسکتا، واقعی موت العالم موت العالم کا منظر سامنے ہے، اور علامات قیامت میں سے علامت رفع علم بقبض العلماء کا کامل ظہور ہو رہا ہے، حق تعالیٰ مشفق استاد حضرت مرحوم کو قرب و رضا کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر فائز فرماوے اور ہم اخلاف کو ان کے نقش قدم اور اسوہ پر چلنے کی توفیق دے۔

ناچیز اور دارالعلوم حقانیہ کے تمام متعلقین مولانا مرحوم کے پسماندگان اور جامعہ اشرفیہ کے منتظمین کے ساتھ اس صدمہ میں شریک اور یہ پوری علمی برادری کا مشترکہ صدمہ ہے، رضی اللہ عنہ وارضاہ (بندہ عبدالحق عفی عنہ)

مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس اور شیخ الحدیث کا خطاب

دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث ہال میں ۱۷/ اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز اتوار مجلس شوری دارالعلوم کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا ملک کے مختلف حصوں سے ارکان شوریٰ نے شرکت کی جلسہ کی صدارت مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کاکاخیل نے فرمائی قاری محمد امین صاحب وقاری سعید الرحمان صاحب راولپنڈی کی تلاوت کلام پاک کے بعد والد ماجد مہتمم دارالعلوم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے دارالعلوم کے تعلیمی اور انتظامی شعبوں کی کارکردگی اور آئندہ تعلیمی عزائم اور منصوبوں، نیز سال گذشتہ وسال رواں کے بجٹ کی تشریح پر ایک مفصل رپورٹ پیش کی۔

سال گذشتہ کے آمد وخرچ پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے بتایا کہ سال ۱۳۹۰ء میں دارالعلوم کے علمی واشاعتی اور انتظامی شعبوں پر ایک لاکھ پچانوے ہزار بیس روپے ستر پیسے خرچ ہوئے اور ایک لاکھ چھیانوے ہزار چھ سو چھیاسٹھ روپے ستاون پیسے کی آمدنی ہوئی سال گذشتہ کے منظور شدہ اور واقعی مصارف کی کمی بیشی پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے سال رواں ۱۳۹۱ھ کے لئے دولاکھ بائیس ہزار پانچ سو نوے روپے اڑتالیس پیسے کا خسارہ ہے، مگر خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم کے بھروسہ پر متوقع آمدنی کے پیش نظر مجلس شوری نے مذکورہ بجٹ کی منظوری دے دی، حضرت مہتمم صاحب نے اگلے عزائم کے سلسلے میں

دارالعلوم میں حفظ وتجوید، فنِ طب اور دیگر بعض صنعتی علوم کی اہمیت پر زور دیا نیز قدیم علوم کے ساتھ جدید سائنس، ریاضی اور حساب کے بنیادی مباحث کو نصاب میں جگہ دینے پر زور دیا، تعمیرات کے سلسلہ میں آپ نے ہاسٹل مہمان خانہ اور ایک وسیع لائبریری کی تعمیر کا منصوبہ پیش کیا اور کہا کہ اہل خیر مسلمانوں کی توجہات شامل رہیں تو دارالعلوم کی تعلیمی اور تعمیری ضروریات جس کے لئے سرمایہ کی اشد ضرورت ہے۔ وہ خدا کے فضل وکرم سے پوری ہوں گی۔

انہوں نے کہا کہ مسلمان اپنی تاریخ کے ہر دور میں اسلامی تعلیمات اور علوم نبویہ ﷺ کی بدولت مشکلات اور مصائب سے نکلے اور برصغیر میں عہد غلامی کے باوجود بھی اگر اسلام اپنی شکل میں قائم رہ سکا تو یہ ان دینی مدارس اور اسلامی علوم ہی کا نتیجہ تھا، انہوں نے جن افسوسناک حالات سے ملک دوچار ہے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ان حالات نے روز روشن کی طرح ثابت کردیا ہے، کہ اس ملک میں مسلمانوں کی بقاء وسلامتی صرف اسلامی علوم اسلامی آئین اور حضور ﷺ کی تعلیمات اور طریقہ زندگی پر موقوف ہے، انہوں نے مزید فرمایا کہ موجودہ بحران میں بنیادی حصہ ہماری جدید تعلیم گاہوں اور نظام تعلیم کا دینی تعلیم وتربیت سے یکسر خالی ہونے کا ہے حالانکہ اس وقت نظام تعلیم کو دینی اور اخلاقی بنیادوں پر مرتب کرنے کی اہمیت قوم کیلئے رگ وجان سے بڑھ کر ہے، اجلاس کے آغاز میں پچھلے اجلاس شوریٰ کے بعد وفات پانے والے مجلس شوریٰ کے مرحوم اراکین اور دیگر معاونین کو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مجلس شوریٰ سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرائی۔ دارالعلوم کو داغ مفارقت دینے والے ان حضرات کے نام یہ ہیں، جناب الحاج میاں غلام سرور شاہ صاحب حکمت آباد جناب کرنل عثمان شاہ نوشہرہ جناب عبدالغفور خان صاحب پیر پیائی۔

ختم بخاری شریف کی تقریب

یکم شعبان ۱۳۹۱ھ کو بعد از نماز عصر دارالعلوم کی وسیع جامع مسجد کے صحن میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے طلبہ دورہ حدیث کو ختم بخاری کراتے ہوئے علم کے مقاصد، اہمیت، فضیلت اور ذمہ داریوں پر موثر اور رقت انگیز خطاب فرمایا، اور فارغ ہونے والے فضلاء کو حدیث پڑھنے پڑھانے کی اجازت، سند حدیث عطاء فرمائی اس تقریب میں اس سال کے شریک دورہ حدیث ۱۱۹ طلباء کے علاوہ تمام طلبہ دارالعلوم واساتذہ اور بہت سے خوش نصیب حضرات نے شرکت فرمائی، یہ ایمان پرور تقریب شام کی نماز پر ختم ہوئی۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

اسلام : ایک مکمل ضابطۂ حیات

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم أما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَمُنُّوۡنَ عَلَیۡکَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا قُلۡ لَّا تَمُنُّوۡا عَلَیَّ اِسۡلَامَکُمۡ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیۡکُمۡ اَنۡ هَدٰىکُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (الحجرات : ۱۷)

''یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ یہ اسلام لے آئے ہیں، ان سے کہو کہ: مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اگر تم واقعی (اپنے دعوے میں سچے ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی''

عظیم الشان نعمتیں

معزز سامعین ! اللہ تعالیٰ کی ہم سب پر بے شمار نعمتیں اور احسانات ہیں جن کا احاطہ کرنا کسی بھی بشر کی بس کی بات نہیں اس لئے تو اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ وان تعدوا نعمة الله لا تحصوھا اگر تم خدا وند عزوجل کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ، بہر حال رب کریم نے تمام نعمتیں عطا کیں لیکن ان میں سے کسی بھی نعمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور احسان نہیں فرمایا بجز دو نعمتوں کے جو بڑی قیمتی اور عظیم الشان نعمتیں ہیں کہ خود رب کریم ذات ان کا تذکرہ احساناً فرماتے ہیں، وہ دو نعمتیں اسلام اور نبی آخر الزمان ﷺ ہیں، ان دونوں نعمتوں میں سے پہلی نعمت اسلام کے بارے میں کچھ معروضات آج آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

محبوب ترین دین

محترم حضرات ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب ترین دین دین اسلام ہے ،اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ان الدین عنداللہ الاسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہی ہے ،کوئی بھی دین روز اول سے اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا یہ ایک مکمل اور انسانی فطرت کے عین مطابق دین ہے۔

اسلام غالب آئے گا

لیکن اسکے باوجود آج کل پوری دنیا میں اسلام جیسی اعلیٰ وارفع نعمت کی جو بے قدری کی جارہی ہے ،اسکا اندازہ

ہر کسی کو ہے۔غیر مسلم تو غیر ہیں خود مسلمان قوم نے اس بہترین دین کو جو نقصان پہنچایا اسکا اندازہ لگانا مشکل ہے جس کا جی چاہتا ہے اسلام کا حلیہ بگاڑتے ہیں،اسکے احکامات اور مسائل میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں کوئی اس کو ماڈرن بنانے کی کوشش کرتا ہے،تو کوئی اس کو ماڈرن زمانے کے مخالف اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتا ہے،لیکن یاد رکھیں ،یہ اسلام جو مکمل ضابطہ حیات اور فرامین خداوندی ہے رب کریم کا وعدہ ہے کہ الاسلام یعلو ولایعلی علیه اسلام پرکوئی بھی نظام غالب نہیں آسکتا ،کوئی طاقت اس میں ردوبدل یا تغیر وتبدل نہیں کرسکتی اور نہ ہی کوئی نادان بدعات ورسومات کواس دین کے اندر داخل کرسکتا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ،کہ دین اسلام ہی غالب رہے گا،اور لایخلف اللّٰہ المیعاد اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اس طرح حدیث مبارکہ میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ سو سال گزرنے کے بعد ایک ایسا بندہ پیدا فرماتا ہے جو اس دین کی تجدید فرما کر اس سے تمام اضافی اور خودساختہ رسم ورواج اور طریقوں کو نکال دیتا ہے۔

مجدد کا مطلب

ان اللّٰہ عزوحل یبعث لھذہ الامة علیٰ رأس کل مأة سنة من یحددلھادینھا

''اللہ تعالیٰ اس امت کے ہر سو سال کے ابتداء پر ایسے بندے پیدا کرے گا،جو اس کیلئے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے''

اور ضروری نہیں کہ سو سال کے آخر یا اول میں صرف ایک ہی ایسا شخص ہوگا،جو اس دین کی تجدید کرے گا، بلکہ یہ مجدد ایک سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں،خواہ زمانے کے آخر یا اول یا وسط میں ہو لیکن کبھی کبھی ایک ہی بندے سے دین کے مختلف شعبوں میں اللہ تعالیٰ تجدید کا کام لے رہا ہے،جیسے مجدد الف ثانی حضرت سید احمد سرہندی قدس سرہ العزیز سے اللہ تعالیٰ نے تمام شعبوں میں تجدید دین کا کام لیا یا اس آخری دور میں حضرت اقدس شاہ اشرف تھانویؒ سے اللہ نے تصوف وطریقت تالیف وتصنیف دعوت وارشاد درس وتدریس جیسے اہم شعبوں میں کام لیا یا ہمارے تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا الیاسؒ کی شخصیت سے اللہ پاک نے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا ہے، یہ ایک تجددی کارنامہ ہے۔جس سے دین اسلام کو بہت تقویت مل رہی ہے۔

حلاوتِ ایمان

بہرحال عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے،جسکی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے،جو بندہ مومن اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کے ملنے پر راضی ہوگا،تو اس کو ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی ،حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے:

عن عباس ابن عبد المطلب قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ذاق طعم الایمان من رضی

باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا و رسولا (مسلم شریف)

''حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایمان کا مزہ اس شخص نے چکھ لیا جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اسلام کے دین اور محمدﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا''

اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ

آج کل یار لوگوں نے اسلام کو صرف نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج تک محدود کر رکھا ہے، جو بندہ نمازی ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں پوری طرح اسلام پر عمل پیرا ہوں اسی طرح روزہ رکھنے والے کا خیال ہوتا ہے کہ میں حقیقی معنوں میں مسلمان ہوں زکوٰۃ دینے والا سوچتا ہے، کہ میں نے ہی اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھاما ہے، لیکن بات دراصل یہ نہیں کہ ہم چند عبادتیں ادا کر کے کامل و مکمل مسلمان بن گئے کامل مسلمان تب کوئی بنے گا جب پوری طرح اسلام میں داخل ہوگا، جسطرح اللہ تعالیٰ کا حکم وارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرہ : ۲۰۸)

''اے ایمان والو! اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ اور شیطان مردود کی پیروی مت کرو بے شک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے''

اسوۂ صحابہ

اسلئے جب تک عبادات کو بجالانے کے ساتھ ساتھ ہم اخلاقیات درست کرنے کا اہتمام نہیں کرتے معاملات ٹھیک ٹھاک کرنے کی طرف بھرپور توجہ نہیں دیتے اسوقت تک ہم اور آپ کامل مسلمان نہیں بن سکتے کتابوں میں لکھا ہے، کہ صحابہ کرامؓ جب سرزمین چین میں داخل ہوگئے تو انہوں نے شمشیر چلانے سے کام نہیں لیا نہ کسی کو اسلام قبول کرنے کی باقاعدہ دعوت دی بلکہ انہوں نے معاملات کے میدان میں عملی اور پریکٹیکلی دعوت پیش کی جب وہاں کے باشندوں نے صحابہ کرام کے عدل وانصاف کو دیکھا اور انکے اچھے اخلاق تواضع وانکساری دیکھی تو خود بخود لوگ انکی طرف مائل ہونے لگے، اور آہستہ آہستہ چین میں اسلام کا نور پھیلا، اس وقت چین میں تقریباً تیس لاکھ مسلمان آباد ہیں، یہ سب صحابہ کرام کی اسلام پر عمل کرنے کی برکت ہے۔

مسلمان کی زندگی

محترم دوستو! کوئی بھی پیشہ اپنانے سے پہلے ہر مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ اس پیشے کے متعلق اسلامی احکامات، مسائل معلوم کرے مثلاً کوئی شخص تجارت کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے، کہ تجارت کے متعلق

مسائل سیکھے ،اسی طرح اگر کوئی بندہ زمینداری کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس زمینداری کے مسائل علماء ومفتیان سے معلوم کرے تاکہ وہ اس بارے میں صحیح رہنمائی حاصل کرے بصورت دیگر وہ زمیندار یا تاجر گناہگار ہوگا اکثر زمیندار ہمارے ہاں تشریف لاتے ہیں، اور مسائل کے بارے میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کاش خرید وفروخت کرنے اور تاجر حضرات بھی مسائل پوچھتے تاکہ وہ بھی بے جا اور جھوٹی قسموں سے بچ جاتے دروغ گوئی دھوکا دہی سے نفرت کا اظہار کرتے ،آج کل بائع اور مشتری دونوں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ،ملاوٹ تنقشی سے کوئی چیز خالی نہیں، پہلے زمانہ کے مسلمان پوچھ کر مسئلے پر عمل کرتے مگر آج کا مسلمان پہلے عمل کر کے بعد میں کسی عالم یا مفتی سے پوچھتا ہے یہی وجہ ہے، کہ اسلام بہت تیزی سے ہمارے معاشرہ سے نکلتا جارہا ہے ہم غیر کے طریقے اپنانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

یورپ میں اسلام

جبکہ یورپی ممالک کے باشندے حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں،مغربی معاشرے میں بہت تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے،ان کی تجزیاتی رپورٹس آرہی ہیں اور یہ خدشہ پیش کررہے ہیں، کہ اگر اسلام اس طرح پھیلتا رہا تو بہت جلد مسلمان اقلیت سے اکثریت میں تبدیل ہوجائیں گے،اور اسلام دنیا کا سب سے زیادہ مقبول ترین مذہب بن جائے گا،اسکی مثال گیند کی سی ہے جتنا زیادہ تیزی سے اسے زمین پر مارا جائے گا، اتنا ہی یہ بلند ہوتا رہے گا،اللہ تعالیٰ نے افغانستان میں نیٹو کی ناکامی کے بعد کفری دنیا کو نئی ریسرچ پر مجبور کردیا ہے،ہمیں بھی اسلامی کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے اسلام کا ایک سنہری دور گذرا ہے، جسمیں عدل وانصاف مساوات اور برابری عروج پر تھی امن امان کا دور دورہ تھا جنگل میں بھیڑ بکریاں ساتھ کھاتے پیتے تھے۔

خلافتِ عمر بن عبدالعزیز

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورخلافت میں کسی گلہ بان کی ریوڑ میں بھیڑیا گھس کر بکری کو پکڑا، وہ گلہ بان کہنے لگا،شاید آج مسلمانوں کا عادل حکمران اس دنیا سے چلے گئے اس لئے تو میری بکری کو بھیڑیا نے کاٹ دیا ہے، جب پتہ چلا تو اسی دن عمر بن عبدالعزیز انتقال کر گئے تھے۔

عدلِ فاروقی کی برکت

محترم دوستو! ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ عمرو بن العاصؓ جب مصر کے گورنر تھے تو اس وقت قحط سالی کیوجہ سے دریائے نیل کا پانی کم ہونے لگا،لوگوں نے آکر حضرت عمرو بن العاصؓ سے فرمایا ہمارا قومی دستور ہے، کہ جب بھی دریائے نیل کا پانی خشک ہونے لگتا ہے، ہم کسی حسین وجمیل لڑکی کے والدین کو خطیر

رقم کے عوض راضی کر کے اس کو دریا برد کردیتے ہیں، یوں دریائے نیل کا پانی بلند ہونا شروع ہوجاتا ہے، حضرت عمر بن العاصؓ یہ سن کر بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور خلیفہ المسلمین حضرت عمرؓ کی خدمت میں خط لکھ کر بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے خط پڑھ کر گورنر مصر کی طرف حکم نامہ بھیجا کہ خبردار اس بیہودہ رسم کو اب ختم کردو، آپ کو پتہ ہے کہ الاسلام یھدم ما کان قبلہ اسلام دور جاہلیت کی رسوم کو مٹاتا ہے، اور دریائے نیل کے نام ایک رقعہ روانہ کردیا کہ اسکو دریا میں پھینک دو اس رقعہ میں لکھا:

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف سے دریائے نیل کے نام!

اگر تو اپنے مرضی سے چلتا ہے تو تیری مرضی جو چاہو کرلو اور اگر تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی مرضی سے چلتا ہے تو چلنا شروع کردو رقعہ دریائے نیل میں ڈالنا تھا کہ ۱۶ گز دریائے نیل اوپر کو آگیا۔

آج بھی چودہ سو سال گزر گئے دریائے نیل میں پانی کی کمی کی شکایت نہیں آئی یہ تھی اسلام کی برکت کہ دریا بھی تابع فرمان ہوئے اور ہوائیں بھی تابعدار، جنگلی جانور بھی مطیع۔

غلامِ رسول کا جنگل میں بادشاہت

حضرت سفینہؓ نام تو آپ نے سنا ہوگا قافلے کے پیچھے جارہے تھے تاکہ اگر کسی کا کوئی سامان گر پڑا ہوتا، وہ کندوں پر اٹھا کر لے جاتے بڑے بڑے بوجھ پیٹھ پر کشتی کی طرح لادتے اسی لئے تو سفینہ (کشتی) کے نام سے مشہور ہوئے، ایک دن کسی جزیرہ میں قافلے والوں سے رہ گئے راستہ بھول گیا، قافلہ بہت آگے چلا گیا جنگل میں ایک شیر نکل کر دھاڑنے لگا، آپؓ نے فرمایا خبردار میں سفینہ رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں راستہ بھول چکا ہوں، شیر سنتے ہی دم ہلائی اور راستہ بتانے کی خاطر آگے آگے جارہے ہیں تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جائے لہذا وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل گئے۔

یہ تھی اسلام کی برکت کہ کائنات کی ہر چیز مسلمان کی تابع تھی اور کوئی بھی چیز نافرمانی کی جرأت نہیں کرسکتی تھی، لیکن آج ہمارا کیا حال ہے؟ زمین اور آسمان، بحر و بر اور کائنات کی ہر چیز مخالف ہے اسکی وجہ صرف اور صرف یہ ہے، کہ ہم رب کے مخالف ہوگئے ہمارے تمام کام رب کی نافرمانی پر مبنی ہیں، اگر آج بھی ہم حقیقی معنوں میں مسلمان ہوگئے اور اپنے ایمان کی قدر و منزلت کو پہچان لیا تو یہ تمام مخلوق ہماری تابع اور ہم کامیاب زندگی بسر کرنے والے ہونگے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح طریقے سے دین اسلام کو اپنانے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

(آخری قسط) مولانا سعید الحق جدون*

رسم قرآنی اور اختلاف قراءات پر مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

اسلامی ماخذوں سے بے خبری

اکثر مستشرقین اسلامیات کے بنیادی ماخذ سے واقف نہیں ہیں۔ وہ عربی زبان جانے بغیر اسلام کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ تحقیق کا مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی نقطہ نگاہ بنیادی مآخذ پر مبنی ہونا چاہئے۔ خصوصا قرآن کی صحت جیسے اہم ترین موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے وہی بات کرنی چاہئے جو واضح، قطعی اور نا قابلِ تردید ہو۔ کسی مسئلہ پر مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ہمیں اس اصولی بات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ وہ کس معیار کے مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی نقطہ نگاہ اختیار کرتے ہیں۔ مستشرقین کے ہاں مآخذ کی تقسیم اور درجہ بندی کا کوئی اصول موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں نے قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ میں باضابطہ طور پر مآخذ کی درجہ بندی کی ہے۔ شیخ عبدالحق اور دیگر لوگوں نے طبقاتِ کتب حدیث کا تعین کیا ہے۔ جو مقام پہلے اور دوسرے درجہ کی کتبِ حدیث کو حاصل ہے تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب کو حاصل نہیں ہے۔ احادیث و روایات کی قبولیت کے لئے معیار مقرر کیا ہے۔ محدثین نے قبول حدیث کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں۔ جرح و تعدیل کے واضح اصول موجود ہیں۔ اسما الرجال کا علم محض اس لئے منظم و مرتب ہوا کہ جن لوگوں کے ذریعہ سے احادیث نقل ہوئی ہیں ان کے احوال کو جانا جاسکے۔ مستشرقین اس قسم کی کسی درجہ بندی سے نہ تو واقف ہیں نہ وہ تحقیق کے دوران اس طرح کی کوئی تمیز ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بخاری شریف اور الجاحظ اور الاغانی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ان کے مطلب کی بات الاغانی جیسی غیر معتبر کتاب سے ملتی ہے اور بخاری شریف میں اس سے مختلف بات موجود ہے تو وہ الاغانی سے استفادہ کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔

---

*لیکچرر گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول چینئی گدون

تضادات

مستشرقین ایک طرف کہتے ہیں کہ قرآن کا متن ایک طویل عرصے تک محفوظ نہیں کیا گیا دوسری طرف ولیم میور (Willium Muir) جیسا شخص پورے شد و مد سے ثابت کرتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں مکمل طور پر محفوظ کرلیا گیا تھا۔ مستشرقین نے عہدِ عثمان میں تیار ہونے والے نسخے کو مشکوک بناتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نسخہ کی نقل تھا دوسری طرف مصحف صدیق کے بارے میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی ناقص تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان کا نقطہ نگاہ یہ بھی ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید کو محفوظ کرنے کا کوئی مناسب بندوبست نہیں تھا اور اس دور میں قرآن مجید کا کوئی مکمل نسخہ تیار نہیں ہوسکا تھا (۱۳)۔ آئندہ سطور میں اس پہلو پر حقائق پیش کیے جائیں گے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں بھی ہر اعتبار سے مکمل اور محفوظ تھا اس سلسلے میں چند حقائق ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

حفظ قرآن

نزولِ قرآن کے آغاز ہی سے صحابہ کا یہ معمول تھا کہ جو حصہ نازل ہوتا اسے حفظ کرلیا جاتا۔ اگر ہم صحابہ کرام کے معاشرے کے ذہنی رجحانات کا جائزہ لیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس دور میں قرآن اور صحابہ لازم وملزوم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے حالاتِ زندگی بیان کرتے وقت الگ سے ان کے حافظِ قرآن ہونے کی صفت کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی جاتی تھی۔ کیونکہ اکثر لوگ کسی نہ کسی طرح حافظ قرآن تھے۔ ابن الندیم نے ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن میں حفاظ صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔ ان صحابہ کرام میں یہ حضراتِ گرامی شامل ہیں: عبداللہ بن عمرو بن العاص، قیس بن صعصعہ، سعد بن منذر بن اوس، عبداللہ بن عمر، عقبہ بن عامر الجہنی، ابوالدردا، تمیم داری، معاذ بن الحارث الانصاری، عبداللہ بن سائب، سلیمان بن ابی حثمہ، ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، سعد بن عبید بن نعمان انصاری، مسلمہ بن مخلد بن الصامت، عثمان بن عقان، عبداللہ بن طلحہ، ابوموسیٰ الاشعری، عمرو بن العاص، ابوہریرہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن الیمان، عبادہ بن صامت، ابوحلیمہ، مجمع بن حارثہ، فضالہ بن عبید، سعد بن عباد، ابن عباس، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن ذوالبجادین، عبید بن معاویہ، ابوزید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (۱۴) اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں علامہ بدرالدین عینیؒ نے شرح بخاری میں اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں دیگر بہت سے حفاظ صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے۔

حفاظ صحابہ کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب احد کی لڑائی کے بعد شہدائے احد کو دفن کرنے کا مرحلہ آیا تو کپڑے کی قلت کی وجہ سے ایک ہی کپڑے میں کئی کئی صحابہ کو اکٹھے لپیٹ کر دفن کیا گیا۔ ایک کپڑے میں ایک سے زیادہ صحابہ کرام کو لپیٹتے وقت آپ دریافت فرماتے کہ ان میں سب زیادہ قرآن کس کو آتا تھا۔ ترمذی شریف میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:فکثر القتلی وقلت الثیاب قال:فکفن الرجل والرجلان والثلث فی الثوب الواحد ثم یدفنون فی قبر واحد۔ قال فجعل رسول اللہ ﷺ یسال عنھم بھم کثر قرآنا۔ فیقدمہ لی القبل۔صحابہ کرام میں سے بہت سے شہید ہوئے اور کفن کے لیے کپڑوں کی قلت ہوگئی تو ایک دو یا تین صحابہ کرام کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ دریافت فرماتے کہ ان میں سے سب سے زیادہ قرآن کس کو یاد تھا؟ پس جس شخص کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہوتا اسے قبلہ کی طرف رکھتے۔

حضور ﷺ کا اس انداز سے سوال فرمانا ایھم اکثر قرانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہدائے احد میں قرآن سب کو یا اکثر کو یاد تھا۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ یاد تھا۔ ورنہ آپ ﷺ محض کمی زیادتی ہی کے دریافت فرمانے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ یہ بھی دریافت فرماتے کہ ان میں سے کس کو قرآن یاد ہے اور کس کو یاد نہیں ،اس استفسار نبوی ﷺ سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ حفظِ قرآن اور تعلیم کتاب اس طرح صحابہ میں عام تھی کہ وہ ہر ایک کی حالت سے بخوبی آگاہ تھے کہ کس کو کتنا قرآن آتا ہے۔

بیئر معونہ کو کچھ صحابہ کرام قرآن کی تعلیم کے لیے جارہے تھے کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت کے لیے مسلمانوں میں سے ستر حفاظ کو بھیجا گیا کہ وہ انہیں قرآن کی تعلیم دیں۔ کیا یہ بات اس کی دلیل نہیں کہ اس وقت اس سوسائٹی میں حفاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ ایک مقام پر لوگوں کی تعلیم کے لیے بھیجے جانے والوں کی تعداد ستر تھی تو روزانہ جو جماعتیں اور وفود تعلیم قرآن کے لیے مختلف قبائل کو جاتے تھے انہیں نگاہ میں رکھیں تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سوسائٹی میں حفاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ مدینہ طیبہ کے اندر بھی تو مقامی ضرورت کیلئے حفاظ موجود ہوتے ہوں گے۔ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں مہاجرین وانصار کے جو افراد شہید ہوئے ان میں سے ستر صحابہ حافظ قرآن تھے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو لکھا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے سے حفاظ قرآن کے ناموں پر مبنی فہرستیں مرکز کو روانہ کریں تا کہ بیت المال سے ان کے وظائف مقرر کئے جائیں ۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے تنہا اپنے علاقے سے تین سو سے کچھ اوپر صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی پر مشتمل فہرست ارسال کی۔ (١٦)

کتابت وحی

کتابتِ وحی کے سلسلے میں تفصیلی روایات ملتی ہیں کہ نزول وحی کے فورا بعد اس کو لکھ لیا جاتا تھا۔ اس کی وضاحت حضرت زید بن ثابت سے مروی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں: ۔ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت گرمی لگتی تھی۔ اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی نہیں چل سکوں گا۔ جب میں فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: پڑھو! میں پڑھ کر سناتا۔ اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپؐ اس کی اصلاح فرما دیتے پھر اسے لوگوں کے لئے لے آیا جاتا۔

عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن کے مکمل شکل میں موجود ہونے پر مزید دلائل دیئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کے بارے میں لاتعداد روایات موجود ہیں کہ آپ مختلف نمازوں میں کون کون سی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے متعدد سورتوں کے فضائل بیان فرمائے۔ مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کے لیے قرآن کی مخصوص سورتیں تلاوت کرنے کی ترغیب دی۔ فضائلِ سورت پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کا متن عہدِ نبوی ﷺ میں مرتب شکل میں مکمل طور پر موجود تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سورتوں میں آیات کی تعداد، ان کی طوالت اور ان کے نام عہدِ نبوی ﷺ میں معروف تھے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ، جبریلؑ کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اور آخری سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا جسے عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اگر مفروضے کے طور پر مستشرقین کی بات ایک لمحہ کے لیے مان لی جائے کہ قرآن مکمل حالت میں عہدِ نبوی ﷺ میں ہی موجود نہیں رہا تھا، تو اس صورت میں جبریلؑ، حضور ﷺ کو یاد دلا دیتے کہ قرآن کے فلاں فلاں حصے غائب ہو گئے ہیں۔ اس حوالے سے Rodwell نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ لکھواتے تھے وہ ایک صندوق کے اندر جمع کرتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت وہ سارا کچھ ایک جگہ اکٹھا موجود تھا۔

نزول وحی کے فورا بعد کتابت قرآن کے بارے میں مزید تفصیلات مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابوداود، ابن حبان، حاکم کی مستدرک کے علاوہ فتح الباری میں بھی موجود ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں بھی تفصیلات بیان کی ہیں۔ طبرانی نے بھی عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن

مجید کے مکمل طور پر لکھے جانے اور حافظوں میں محفوظ ہونے پر اپنی اوسط میں ثقہ رجال سے روایت بیان کی ہے۔اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی سے ایک روایت مروی ہے:قال عثمان رضی الله عنه کان رسول الله ﷺ مما یاتی علیه الزمان وھو ینزل علیه السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیه الشی دعا بعض من کان یکتب فیقول: ضعوا ھولاءِ الایاتِ فِی السورِ التی یذکر فِیھا کذا و کذا۔ فِاذا نزِلت علیهِ الای فیقول: ضعوا ھذِہ الای فِی سورۃ یذکر فِیھا کذا و کذا۔حضرت عثمان سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی ایک یا ایک سے زائد سورتیں نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت میں شامل کر دیں۔ اسی طرح جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کے بارے میں بھی فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں شامل کر دیں۔مسند احمد حنبل میں عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تانِی جِبرِیل فمرنِی ان اصنع ھذِہ الآی ھذا لِموضِع مِن ھذِہِ السورۃِ اِن الله یامر بِالعدلِ والِاحسانِ ۔میرے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو جو فلاں سورت کی ہے ۔ فلاں مقام پر درج کردوں۔ اور وہ آیت یہ تھی۔ اِن الله یامر بِالعدلِ والِاحسان (۱۸)

یہ حقائق اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن کے کسی حصے کا ضائع ہو جانا محال تھا اس قسم کے شواہد یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ جو ہستی اس سلسلے میں اس قدر محتاط ہو کیا اس نے قرآن غیر مربوط اور نامکمل شکل میں ہی امت کو دے دیا ہو گا؟ حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری اگر چہ اللہ تعالی نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے تاہم عالمِ اسباب میں بھی حضور ﷺ کے ذریعے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔عرضہ اخیرہ میں حضور ﷺ نے حضرت جبریل کو دو مرتبہ قرآن سنایا اس کے بعد چھ ماہ کے عرصے میں کیا حضور ﷺ کی توجہ اس طرف مبذول ہی نہ ہوئی کہ جو کتاب میں دے کر جا رہا ہوں کیا وہ مکمل شکل میں موجود بھی ہے یا نہیں؟ جبکہ آپ ﷺ کو حضرِ اجل کا خیال ذہن میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس قسم کی فروگذاشت تو ایک معمولی ذمہ دار شخص بھی نہیں کر سکتا۔

نزولِ قرآن کی کیفیت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ قرآن مجید کو حضور ﷺ نے ترتیب بھی دیدی تھی۔ مثلاً سورہ البقرہ کی کچھ آیات ایک ہی دن نازل ہوئیں اور حضور ﷺ نے یہ آیات ایک کاتب مثلاً زید بن ثابت کو لکھوا دیں۔ انہیں لکھوانے کے بعد آپ ﷺ نے معمول کے مطابق پڑھوا کر سن بھی لیا۔ اس کے بعد باقی صحابہ نے بھی ان آیات کو لکھ لیا۔ پھر اس کے بعد کچھ اور آیات نازل ہوئیں۔ جن میں کچھ سورہ بقرہ اور کچھ سورہ آل عمران کی تھیں۔ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے ان کا مقام بتا دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس

کے مطابق ان آیات کو لکھوا دیا۔ پڑھوا کر سنا اور پھر ان کی اشاعت فرما دی۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ جب سورہ البقرہ کی گیارھویں آیت لکھی گئی تو حضور ﷺ نے اسے سنا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ ﷺ نے صرف اسی ایک آیت کو سنا۔ یا اس سے پہلے کی دس آیات بھی سنیں یا کم از کم وہ آیت سنی جو گیارھویں آیت کے متصل واقع ہے۔ اس کو بھی سنا۔ ظاہر ہے کہ صرف گیارھویں آیت سننے سے یہ تو واضح ہو جائے گا کہ یہ آیت گیارھویں یعنی اپنے نمبر پر لکھی گئی ہے یا نہیں؟ جب تک کہ کاتب کے پاس پہلے کی نازل شدہ اس سورت کی تمام کی تمام دس آیات لکھی ہوئی موجود نہ ہوں اور ان کا ربط ان آیات کے ساتھ نہ ہو۔

عہد صدیق میں جمع قرآن مقصد اور نوعیت

عہدِ نبوی ﷺ اور عہد صدیقی میں قرآن کی کتابت اور جمع قرآن کی کاروائی میں مقصد اور نوعیت کے اعتبار سے نمایاں فرق ہے۔ اس دور میں جمع قرآن کے اقدام کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن لکھا ہوا موجود ہی نہ تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں لکھا ہوا موجود تھا۔ اس کے لاتعداد نسخے مکمل شکل میں موجود تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن لکھا ہوا مرتب شکل میں موجود تھا تو پھر عہدِ صدیقی میں دوبارہ اس کاروائی کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس بات کو ہم روایات کی روشنی میں واضح کریں گے۔ الاتقان میں خطابی کا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: انما لم یجمع ﷺ القرآن فی المصحف وقد کان القرآن کتب کله فی عهد رسول الله ﷺ لکن غیر مجموع فی موضع واحد۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کو ایک مصحف کی شکل میں جمع نہیں فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں قرآن مجید مکمل طور پر لکھا تو جا چکا تھا۔ لیکن وہ یکجا نہیں تھا اسی طرح ایک اور روایت بھی الاتقان میں ہے: (۱۹) حارث محاسبی فہم السنن میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی کتابت کوئی نئی بات نہ تھی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ لیکن اس وقت یہ رقاع، اکتاف اور عسیب میں متفرق ومنتشر حالت میں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اسے مرتب طریقے سے یکجا کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ ان اوراق کی طرح تھا جو حضور ﷺ کے گھر سے پائے گئے تھے ان میں قرآن منتشر طور پر لکھا ہوا تھا۔ اسی کو جامع نے جمع کر دیا۔ اور ایک دھاگے کے ساتھ اس طرح پرو دیا کہ اس میں سے کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا

امام حاکم نے مستدرک میں روایت بیان کی ہے: جمع القرآن ثلاث مرات حداها بحضر النبی ﷺ ثم خرج بسند علی شرط الشیخین عن زید ابن ثابت قال: کنا عند رسول الله ﷺ نولف القران من الرقاع الثانی بحضر بو بکر۔ (۲۰) قرآن تین مرتبہ جمع کیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہی کے عہد میں جمع ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک سند پر جو شیخین کی شرط کے مطابق ہے، بیان کیا ہے کہ زید

بن ثابت نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر قرآن کو مختلف پرچوں سے مرتب کیا کرتے تھے۔ دوسری مرتبہ قرآن جمع کرنے کا کام عہد صدیقی میں ہوا۔ تیسری مرتبہ یہ کام عہدِ عثمانی میں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن کو کتابی شکل میں اس لئے نہیں دیا تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں قرآن ابھی نازل ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے کتابی شکل تو اسی وقت دی جاسکتی تھی جب یہ یقین ہو جاتا کہ اب مزید وحی نازل نہیں ہونی اور آئندہ جو وحی نازل ہونی تھی اسے کس جگہ رکھنا تھا۔ یہ اسی وقت ممکن تھا جب کہ قرآن مکمل نازل ہو چکا ہوتا۔ ان تمام حقائق وشواہد کی موجودگی میں یہ سوال خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید لکھا ہوا ہونے کے باوجود عہدِ صدیقی میں دوبارہ اس کام کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ عہدِ نبوی ﷺ میں جونہی کوئی آیت نازل ہوتی فوراً اسے لکھوالیا جاتا۔ لیکن چونکہ وحی کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے قرآن کو بین الدفتین یا ایک کتاب کی شکل نہیں دی کہ اسے سرکاری نسخہ کہا جاتا۔ لیکن یہ بین الدفتین شکل عہدِ صدیقی میں دی گئی۔ عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صدیقی کے مصحف میں فرق صرف اسی قدر تھا کہ حضور ﷺ باقاعدہ ایک معیاری نسخہ، جسے سرکاری حیثیت حاصل ہو، امت کو دے کر نہیں گئے۔ لیکن ایک سرکاری نسخے کے نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرتب نسخہ نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت تو لاتعداد نسخے معرض وجود میں آچکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک سرکاری نسخہ تیار کروا دیا۔ چونکہ مصحفِ عثمانی کو مشکوک بنانے کیلئے مستشرقین مصحف صدیق کو بھی غلط انداز سے پیش کرتے ہیں اس لئے مصحف صدیق کی تیاری کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔(۲۱)

مراجع و مصادر

(۱) القرآن، الحجر:۹ (۲) خلاصہ مباحث قرآن حکیم اور مستشرقین از ڈاکٹر ثناء اللہ
(۳) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ص:۶۱ امطبعہ ازھریہ مصر
(۵) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القران ج۲، ص:۲۹۰ (۶) البرھان ج۱، ص:۲۳
(۷) بخاری، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف: حدیث نمبر:۴۹۹۲
(۸) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القران ج۱، ص:۷۸ (۹) ابن جزری، طبقات القراء ج۱، ص:۲۹۲
(۱۰) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القران ج۱، ص:۷۸ (۱۱) علوم القرآن، مولانا تقی عثمانی ص:۵۵
(۱۲) ڈاکٹر ثناء اللہ، قرآن اور مستشرقین، ص:۴۹ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پرنٹنگ پریس اسلام آباد ۲۰۱۴ء
(۱۳) نولڈیکے، تاریخ قرآن، ص:۷۸ (۱۴) الفھرست، ابن ندیم (۱۵) ترمذی
(۱۶) کنزل العمال (۱۷) علامہ بدرالدین عینی، شرح عمدالقاری (۱۸) مسند احمد حنبل
(۱۹) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القران، باب الثانی عشر (۲۰) مستدرک امام حاکم
(۲۱) ڈاکٹر صبحی صالح، علوم القرآن ص:۱۲۲

عالم اسلام

جناب ارشاد الرحمٰن

ترکی میں طیب اردگان کی کامیابی اور درپیش چیلنج

۱۰ اگست ۲۰۱۴ء کو ترکی میں منعقد ہونے والے صدارتی انتخابات میں وزیر اعظم ترکی رجب طیب اردگان ملک کے صدر منتخب ہوئے اب تک صدر کا انتخاب پارلیمنٹ کر رہی ہے یہ پہلا موقع ہے جب قوم نے براہ راست اپنے ووٹ سے صدر کا انتخاب کیا ہے۔ رجب طیب اردگان کو پہلے ہی راؤنڈ میں اپنے حریفوں پر فیصلہ کن برتری حاصل ہوگئی اور دوسرے راؤنڈ کی ضرورت پیش نہ آئی، ملکی دستور کی دفعہ ۴ کے مطابق ملک کے صدارتی انتخاب میں اردگان کو مطلق اکثریت حاصل ہے، اردگان کو ۵۲ فیصد، اکمل الدین احسان اوغلو کو ۳۸ فی صد اور صلاح الدین دمیر طاش کو ۹ فی صد ووٹ حاصل ہوئے عالمی ذرائع ابلاغ کے مطابق رجب طیب اردگان اس وقت اپنے سیاسی زندگی کے بلند ترین مقام پر پہنچ چکے ہیں وہ ۲۰۰۳ء سے ملک کے وزیر اعظم تھے وہ ملک کے صدر بن کر صدر جمہوریہ کے اختیارات کا دائرہ وسیع کرنا چاہتے ہیں ذرائع نے یہ تبصرہ بھی کیا ہے کہ اردگان اپنے زندگی کے جس اہم ترین ہدف تک پہنچنا چاہتے ہیں وہاں پہنچ گئے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ صدارتی منصب کو اعزازی کے بجائے تنفیذی صورت عطا کی جائے۔

عالمی ذرائع ابلاغ میں بہت اہم خبر رساں اداروں کے تبصروں کے مطابق عراق، شام اور یوکرائن کے بحرانوں میں گھرے ہوئے اور مغرب کے نہایت اہم حلیف اور اتحادی ملک ترکی کا آئندہ صدر انتہائی اہمیت کے حامل، کثیر جہتی سیاسی مقام پر کھڑا ہوگا اگر مشرق وسطیٰ اور یورپ کے تناظر میں دیکھا جائے تو ترکی کے صدارتی انتخابات کو تبدیلی کا نقطۂ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے، برطانوی اخبار ''دی گارڈین'' کے مطابق اردگان کی یہ نمایاں کامیابی اس کی طاقت و اقتدار کو مزید مستحکم کرے گی، بیش تر تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ وزارت عظمیٰ کے پورے عرصے میں اردگان کے لیے یہ مشکل ترین سال تھا جو اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

شخصیت، تجربے اور سیاسی بصیرت و قومی سطح پر حاصل شہرت و پذیرائی کے اعتبار سے تینوں صدارتی امیدواروں کی حیثیت میں بہت نمایاں فرق ہے، صلاح الدین دمیر طاش ۴۱ سال کے ہیں، ملک کی بہت بڑی قبائل برادری کردوں کی حمایت انہیں حاصل تھی، اندازے سے بہت کم شرح ووٹ ان کے

حصے میں آئی، یعنی ۹ فی صد۔ دوسرے صدارتی امیدوار او آئی سی کے سیکریٹری جنرل کے منصب پر رہنے کی وجہ سے عالمی شہرت و تعارف رکھتے تھے اور ملک کی ۱۳ سیاسی جماعتوں کے متفقہ امیدوار تھے اس تمام تر حمایت کے باوجود انہیں ۳۸ فی صد ووٹ ملے اردگان کے مقابلے میں لوگ انہیں، بابا جی خیال کرتے ہیں، تنقید و تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ رجب طیب اردگان ۶۰ سال کی عمر میں بھی پرکشش شخصیت کے مالک ہیں، وہ قوت کار اور حاضر دماغی کے اعتبار سے بہت اچھا تعارف رکھتے ہیں، حکومت میں ۱۲ برس گذارنے کے بعد بھی وہ توانا عزم اور تعمیر و ترقی کے منصوبوں کو مزید آگے بڑھانے کے متمنی ہیں، ناقدین کے نزدیک اس کے باوجود وہ منصب صدارت پر متمکن ہو کر ترکی کی سیاست کے نقشے میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکیں گے۔ حامی انہیں ''فرزند امت'' کا نام دیتے ہیں اور حریف انہیں مذاق سے ''سلطان'' کہتے ہیں، بہر حال اردگان اپنے دونوں حریفوں کے مقابلے میں پوری قوم کا اعتماد حاصل کرنے میں واضح طور پر کامیاب رہے اور ۵۲ فی صد سے زائد ووٹ حاصل کر کے ملک کے پہلے جمہوری صدر منتخب ہو گئے، بعض ذرائع نے انہیں ترکی کی تاریخ کا مضبوط ترین لیڈر قرار دیا ہے ان کا خیال ہے کہ بطور صدر وہ متعدد قومی اداروں میں اپنے پسندیدہ افراد کو متعین کرنے کا اختیار حاصل کر لیں گے۔

رجب طیب اردگان کی صدارتی انتخابات میں کامیابی، ان کی اپنی قائم کردہ جماعت ''انصاف و ترقی پارٹی'' کی مسلسل ۹ ویں کامیابی ہے، ۱۹۲۳ء سے لیکر اب تک سیاسی منظر نامے پر کسی بھی جماعت کو ایسی برتری حاصل نہیں ہو سکی، انصاف و ترقی پارٹی تین بار عام انتخابات میں، تین بار بلدیاتی انتخابات میں، دو بار ریفرنڈم میں اور اب پہلے براہ راست قومی صدارتی انتخابات میں کامیابی کی منزلین طے کر چکی ہے۔

۱۲ سال سے انصاف و ترقی پارٹی سیاسی منظر پر نہ صرف موجود ہے بلکہ برسر اقتدار ہے، پارٹی نے خارجی سطح پر عالمی تبصرہ و تجزیہ نگاروں کے لیے قابل توجہ ڈپلومیسی کا مظاہری کیا ہے ترکی نے علاقائی و عالمی مقام حاصل کر لیا ہے، اردگان کو عالم عرب اور عالم اسلام میں جو پذیرائی ملی ہے اس سے قبل کسی سیاسی رہنما کو حاصل نہیں ہو سکی، انصاف و ترقی پارٹی کے دور حکومت میں ترکی متعدد بار قابل ذکر اقتصادی کامیابیوں کی منزلیں طے کر چکا ہے، ایسی مملکت جو قرضوں اور بحرانوں کے بوجھ تلے دبی ہو وہ قرضوں کے جان لیوا بوجھ سے باہر نکل آئے تو یہ عالمی سطح پر بے مثال کامیابی ہے، وزیر اعظم رجب طیب اردگان نے صدارتی انتخاب میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اپنے خطاب میں کہا: ترکی عالمی مالیاتی فنڈ کا ۲۳ ملین ڈالر کا مقروض تھا، جن کی مکمل ادائیگی کے بعد وہ مالیاتی فنڈ کے قرضوں سے نجات پا چکا ہے، انہوں نے کہا کہ ترکی یہ عزم رکھتا ہے کہ عالمی مالیاتی فنڈ کو ۵ ملین ڈالر کا قرض دے کر وہ مقروض ملکوں کی صف

سے نکل کر قرض دینے والا ملک بن جائے، عالمی طاقتوں کی ہدایات کے تابع رہنے کے بجائے عالمی سیاست میں برابر کے شریک کی حیثیت سے کردار ادا کر سکے۔

طیب اردگان ایسی شخصیت ہیں جس نے ترکی کے گلی کوچوں میں خود کو موضوع بحث بنا لیا ہے ان کے گرد جمع ترک محبت کرنے والے بھی ہیں اور نفرت کرنے والے بھی، ان کے عقیدت مند انہیں اتاترک ثانی سمجھتے ہیں، ان کے نقاد کہتے ہیں کہ وہ خطے کو تقسیم کرنے اور اس پر تسلط جمانے کے منصوبے کے آلہ کار ہیں، ناقدین کا کہنا ہے کہ وہ عثمانی سلطنت کے شاہوں جیسا شاہ بننا چاہتے ہیں لیکن ان کا یہ خواب اس لیے پورا نہیں ہوسکتا کہ اتاترک نے جو ریاست کا بانی ہے دستور میں ایسی دفعہ شامل کر رکھی ہے جس کی بنیاد پر ریاست کا سیکولر رہنا ناگزیر ہے۔

اتاترک نے اس دفعہ کے فوراً بعد یہ دفعہ بھی شامل کیا ہے کہ سیکولرزم کی اس دفعہ کو کسی بھی وقت اور کسی بھی ذریعہ سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا چونکہ اردگان کے پیش نظر خلافت عثمانیہ جیسی ریاست قائم کرنا ہے، لہٰذا اس دفعہ کی موجودگی تک یہ نہیں ہوسکتا، ترکی دستور میں دینی جماعتوں کی تشکیل ممنوع ہے، انصاف وترقی پارٹی دستاویزی اور کاغذی لحاظ سے سیکولر اور مزاج وطبیعت اور کردار کے اعتبار سے اسلامی ہے۔

پے درپے تین قومی انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے یک جماعتی حکومت کی تشکیل کے باوجود یہ ممکن نہیں تھا کہ معاملہ ان کے ہاتھ میں آجاتا، ملک پر فوج کا تسلط قائم تھا اور وہ کسی وقت بھی ان کے خلاف بغاوت کر سکتی تھی، لہٰذا اردگان نے پہلے فوج کے اثرات واختیارات کو محدود کیا، پھر عدلیہ کی اتھارٹی کا خاتمہ کیا جو اسلامی گروپوں کے سر پر لٹکتی تلوار تھی، اردگان نے یورپی یونین کے قوانین کے ساتھ انضمام کو غنیمت جانا تاکہ رفتہ رفتہ ان قوانین کو تبدیل کیا جاسکے جو ان دونوں اداروں سے متعلق تھے۔

انصاف وترقی پارٹی کے نائب صدر محمد علی شاہین نے دستوری تبدیلیوں کے حوالے سے کہا کہ:

ایک مدت سے ہماری رائے ہے کہ ۱۹۸۲ء کے دستور میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور قوم کو نئے دستور کی ضرورت ہے، افسوس ہے کہ دستوری تبدیلیوں کے مسودے پر دو سال کی محنت کے باوجود پارلیمنٹ سے دستوری کمیٹی کا اتفاق نہیں ہوسکا، مگر اس کے باوجد ہم اپنی رائے پر قائم ہیں اور اپنے مفاد واہداف کو حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

۲۰۱۵ء میں منعقد ہونے والے قومی انتخابات میں پیش کیے جانے والے منشور میں ہمارا سب سے اہم وعدہ یہی ہوگا کہ نیا دستور اتفاق رائے سے بنے گا، ہمارا یقین ہے کہ ملک کو ایسے دستور کی ضرورت ہے جس سے ملکی مشکلات ومسائل کا حل ممکن ہو، جو انسانی حقوق اور آزادیوں کا ضامن ہو اور ترکی کو ایک

جدید ریاست بنا سکے۔

رجب طیب اردگان نے بذات خود ترکی کے اندر پارٹی قیادت کو یہ ہدف دیا ہے کہ وہ آئندہ پارلیمانی انتخابات میں اتنی غالب اکثریت حاصل کریں جس سے پارٹی کے لیے دستور میں تبدیلی لانے کا عمل ممکن ہو سکے، انہوں نے یہ بات بھی واضح کی کہ آئندہ عام انتخابات میں پارٹی کی شرکت کا مقصد دستور میں تبدیلی کی خاطر زیادہ سے زیادہ اکثریت حاصل کرنا ہے، گذشتہ انتخابات میں اگرچہ پارٹی کو ۵۵۰ کے ایوان میں ۳۱۳ نشستیں حاصل تھیں لیکن وہ غالب اکثریت رکھنے کے باوجود دستور میں تبدیلی کے لیے مطلوبہ دوتہائی اکثریت نہیں رکھتی تھی۔

اردگان کی صدارتی کامیابی پر مخالفین کا اعتراض ہے کہ وہ ملک کو صدارتی نظام میں ڈھالنا چاہتے ہیں، اردگان نے اس رائے کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ: میں کسی امتیاز کے بغیر ۷۷ ملین ترک عوام کا صدر ہونے کا حلف اٹھاؤں گا، ان کا کہنا ہے کہ ہم نے تاریخی اصلاحات اس لیے کی ہیں کہ ملک کے تمام شہری آزادی رائے کا حق کسی خوف وخطر کے بغیر استعمال کر سکیں، اس کے برعکس ان کے حریفوں کا خیال ہے کہ ترکی کو مغربی اقدار وروایات سے بہت دور لے جا رہے ہیں۔ اردگان کو درپیش چیلنجوں میں ایک بہت بڑا مسئلہ معروف دانش ور فتح اللہ گولن کی قابل اعتراض سرگرمیاں ہیں ان کے بارے میں اردگان نے کہا کہ میرے منصب صدارت سنبھالنے سے گولن سے کشمکش میں اضافہ ہو جائے گا، ان کا کہنا ہے کہ گولن صرف اردگان اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ ترکی اور ترک قوم کی آزادی کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

انصاف وترقی پارٹی کا کہنا ہے کہ سیاسی کشمکش اور چیز ہے اور تخریبی کشمکش دوسری چیز، فتح اللہ گولن کی پارٹی پر انصاف پارٹی کا الزام ہے کہ وہ قومی اداروں کے اندر انتشار وانارکی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ترکی ریاست کے خلاف مجرمانہ کارروائیوں میں ملوث پائے گئے، ملک کی قومی اور وطنی سلامتی کے اہم رازوں کی جاسوسی کرتے پکڑے گئے ہیں، وہ ان معلومات اور سربستہ رازوں کو ترکی کے دشمنوں تک پہنچاتے ہیں، ابتداء میں جب وہ حکومت کے سیاسی طور پر مخالف رہے تو ان سے بالکل تعرض نہیں کیا گیا، حتی کہ وہ دستوری حقوق حاصل کیے بغیر سیاسی پلیٹ فارم پر اختلافی سیاست کرتے رہے، انہوں نے کوئی سیاسی جماعت رجسٹرڈ نہیں کرائی تھی جس کے ذریعہ وہ حکومت کی مخالفت کر سکتے۔ ان پر دوسرا الزام یہ ہے کہ انہوں نے ''مرمرۃ'' بحری جہاز کے مسئلہ پر اسرائیلی حکومت کی تائید کی اور ترکی حکومت کو ان ۹ شہداء کی شہادت کا ذمہ دار قرار دیا جنھوں نے غزہ میں فلسطینی قوم کے گرد اسرائیلی محاصرے کو

توڑنے کی خاطر جام شہادت نوش کیا، یہی وہ موقع ہے جب ترکی حکومت نے ان کا محاسبہ کرنا چاہا۔ تیسرا الزام یہ ہے کہ فتح اللہ گولن کی جماعت کے کارکن خفیہ طور پر قومی حکومتی اداروں میں جاسوسی نظام قائم کرکے عسکری اور سول حکومتی اداروں کی سلامتی کو خطرے سے دوچار کرنا چاہتے تھے، انہوں نے ترکی سلامتی کونسل کے اجلاسوں کی جاسوسی کی اور ان خفیہ معلومات کو عام کیا۔

ترکی داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر کئی مشکلات اور چیلنجوں سے دوچار ہے اور رجب طیب اردگان نے ان تمام مسائل و مشکلات کو نقطہ صفر پر لانے کا عزم ظاہر کیا تھا مگر ۱۲ سال مسلسل اقتدار میں رہنے کے بعد بہت سے امور و معاملات سے پردہ اٹھا تو وہ مشکل تر ہوتے گئے، داخلی سطح پر اردگان کو سیکولر قوتوں سے سابقہ ہے جو اپنے مقاصد اور اہداف سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہتیں جب کہ اسلامی روحانیت ترکی کو اس کی تہذیب و ثقافت کی طرف لوٹانا چاہتی ہے، ملکی امن و امان کے قیام اور اس پر صرف ہونے والے قومی سرمایے کی شرح کو کم سے کم کرنا بھی بہت بڑا چیلنج ہے، شام، مصر، عراق وغیرہ کے مسائل ترکی حکومت اور معیشت پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں، ملک کے اندر قبائلی تحریکیں بھی ہنگاموں اور فسادات کو ہوا دینے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتیں ان تمام اندرونی و بیرونی مسائل کے باوجود، انصاف و ترقی پارٹی کی بلدیاتی انتخابات اور صدارتی انتخابات میں نمایاں اور واضح تر کامیابی سے قومی رجحان اور میلان کا اندازہ ہوتا ہے، امید ہے کہ قوم دستوری تبدیلیوں کو یقینی بنانے کے لیے انصاف و ترقی پارٹی کو ۲۰۱۵ء کے پارلیمانی انتخابات میں پہلے سے مضبوط تر عوامی مینڈیٹ دے کر پارلیمنٹ میں پہنچائے گی، غالب امید ہے کہ رجب طیب اردگان بحیثیت صدر ریاست ان تمام امور و مسائل سے نبرد آزما ہونے میں کامیاب ہوں گے، ان کا کامیاب ماضی ان بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ وہ ایسی شخصیت ہیں جس کو معلوم ہے کہ اسے کیا کرنا ہے، وہ اپنے ایجنڈے پر پوری یک سوئی اور دلجمعی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

آئندہ انصاف و ترقی پارٹی اپنے اہداف حاصل کرنے میں کس حد تک کامیاب رہتی ہے، پارٹی کی مقبولیت سے تو اس کے امکانات روشن نظر آتے ہیں، مگر ناقدین کا کہنا ہے کہ اردگان کے پارٹی سربراہ نہ رہنے کی وجہ سے ان کی پارٹی پر گرفت کمزور ہو جائے گی، پارٹی کے بدخواہوں نے پارٹی کے اندر عبداللہ گل دھڑے کا وجود بھی دریافت کرلیا ہے، یہ اندازے اور افواہیں انصاف و ترقی پارٹی کا سفر کھوٹا کرنے کی سازشیں ہیں، امید ہے کہ پارٹی کے داخلی نظام میں ہونے والی تبدیلی پارٹی قیادت اور قومی حکومت کے لیے مزید تقویت کا باعث بنے گی۔ (بشکریہ تعمیر حیات لکھنؤ)

جناب محمد ایوب منیر

میانمار برما کے مسلمانوں کا المیہ
عالم اسلام کے حکمرانوں کیلئے تازیانہ عبرت

بدھ مت کے بانی مہاتما بدھ کو امن و سلامتی کا ایک علم بردار قرار دیا جاتا ہے، تاہم بدھ مت کے موجودہ پیروکار اس کی ضد نظر آتے ہیں۔ بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، چین، لاس، بھارت اور خلیج بنگال کے درمیان گھرا ہوا میانمار (سابق نام برما) مسلم اقلیت کے ساتھ جو ظالمانہ و وحشیانہ سلوک روا رکھے ہوئے ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اِسی برس مئی اور جون کے مہینے میں تقریباً آٹھ ہزار افراد میانمار کے راکھن صوبہ (اراکان ریاست) سے نکلنے پر مجبور ہوگئے۔ بدھ دہشتگردوں نے مسلم روہنگیا آبادی کو دو ہی راستے فراہم کیے۔ یہاں سے فرار ہوجاؤ یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ ورنہ پوری آبادی کو جلا کر راکھ کر دیا جائے گا۔ ۱۰۰، ۱۰۰، افراد پر مشتمل روہنگیا مسلمانوں کے قافلے چھوٹی کشتیوں پر بٹھا کر کھلے پانیوں میں نامعلوم منزل کی طرف دھکیل دیے گئے کہ کہیں اور پناہ تلاش کرلیں یا سمندر میں ڈوب مریں۔ زمین تو ان کے لیے تنگ ہوچکی تھی۔ اس اکیسویں صدی میں بدھ حکومت روہنگیا کا لفظ تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں ہے۔ بنیادی انسانی حقوق اور شہریت کا تو سوال ہی نہیں۔

۱۲ سے ۱۵ لاکھ روہنگیا آبادی کے بارے میں ان کا ایک ہی فیصلہ ہے کہ یہ مسلم لوگ بنگلہ دیش سے ترک وطن کر کے برما میں زبردستی آبیٹھے ہیں۔ یہ بنگالی ہیں، غیرملکی ہیں، اجنبی ہیں، انھیں واپس جانا چاہیے، ان کی موجودگی غیر قانونی ہے۔ ان کا مذہب کا تو کیا ذکر ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے اور ان کا وجود آبادی کے توازن کو خراب کر رہا ہے۔

سابقہ فوجی بدھ حکومت موجودہ جمہوری حکومت بھی اراکانی روہنگیا مسلمانوں کو کسی قسم کے حقوق دینے کے لیے تیار نہیں۔ باعزت، باوقار شہری حقوق تو بہت دور کی بات ہے وہ تو یہ تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے کہ برما میں روہنگیا نامی کوئی نسلی و مذہبی ولسانی گروپ نسل در نسل موجود چلا آرہا ہے۔ سرکاری طور پر تیار کردہ فہرست کے ۱۳۵، نسلی و مذہبی اقلیتوں میں روہنگیا کا لفظ شامل نہیں ہے۔ اگرچہ روہنگیا مسلمان یہاں ۵۰۰ سال سے بھی زائد عرصے سے رہ رہے ہیں۔ اراکان کے نام سے ان

کی ریاست تھی اور یہ نسل عربوں اور برصغیر کے مسلمانوں کا ورثہ ہے۔ اراکنی ریاست کا نام بھی پانچ اراکینِ اسلام کی وجہ سے اراکان رکھا گیا تھا۔

مئی کے تیسرے ہفتے میں ملائیشیا کے ساحلی علاقوں سے کم وبیش ۱۳۵ افراد کی لاشیں ملیں۔ انھیں بے سروسامانی، بیماری اور غذائی قلت سے ہلاک ہونے والے روہنگیا شناخت کیا گیا۔ چند عالمی خبر رساں ادارے متحرک ہوئے اور تب یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ لاتعداد افراد بھی سمندر میں موجود ہیں اور خدشہ ظاہر کیا گیا کہ ان کشتیوں کا پٹرول ختم ہوتے ہی یہ افراد غرق ہو جائیں گے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کے حوالے سے رسائل و جرائد میں تصاویر بھی شائع ہوئیں۔ سینکڑوں روہنگیا مسلمان نوجوانوں کے کھلے سمندروں میں موجودگی کا پتا لگا۔ انسانی اسمگلر انھیں جنگلوں اور ساحلوں پر بے یارومددگار اتارنا چاہتے تھے، جبکہ انڈونیشیا، ملائیشیا، تھائی لینڈ، آسٹریلیا، کمبوڈیا اور بنگلہ دیش کی سیکورٹی افواج ان کشتیوں کو ساحل تک پہنچنے ہی نہیں دیتیں، جو ان کے شہری نہیں، اس کی جان کیوں بچائیں آج کا اخلاق یہی ہے۔

بعدازاں یہ اطلاعات ملیں کہ خوراک کی عدم دستیابی، کشتیوں میں مسلسل موجودگی اور بدترین حالات کی وجہ سے ۱۰۰ سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ یہی صورت حال رہی تو خلیج بنگال اور خلیج انڈمان میں بہت بڑا انسانی سانحہ رونما ہو سکتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ایک اہل کار نے خلیج بنگال سے ملحقہ ممالک سے اپیل کی کہ وہ سمندری قوانین کی پاس داری کرتے ہوئے کم از کم ان کی زندگی کو بچانے کی کوشش کریں اور ان کو عارضی قیام گاہیں فراہم کریں یا انسانی ہمدردی کی بنا پر جو کر سکتے ہوں کریں لیکن اس کا خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ تاہم تھائی لینڈ کی حکومت نے فضائی ذرائع سے خوراک کی تقسیم کا معمول سا سلسلہ شروع کیا جس کی تصاویر میڈیا پر آ چکی ہیں اور خوراک کے حصول کیلئے چھینا جھپٹی سمندر میں چھلانگ لگانے والوں کی تصاویر دنیا بھر کے لوگوں نے دیکھیں۔ اس بارے میں غور کرنے کیلئے انڈونیشیا، ملائیشیا، تھائی لینڈ اور میانمار کے وزرائے خارجہ کی میٹنگ ۲۱ مئی کو طے کی گئی۔ اس میں میانمار کا وزیر خارجہ شریک نہ ہوا۔ میانمار کے صدارتی محل کے ترجمان Zaw Ittay نے ایک بیان میں کہا کہ میانمار کی اس میں شرکت ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کانفرنس میں روہنگیا کا لفظ استعمال کیا جا رہا ہے۔ میانمار کے اندر بھی سالہا سال سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ جس جلسے، میٹنگ میں روہنگیا کا لفظ آتا ہے۔ انتہا پسند بدھ شہری اور سرکاری افراد اس میں شرکت ہی نہیں کرتے۔ انسانی حقوق کے لیے سرگرم عالم گیر شہرت یافتہ، نوبل انعام یافتہ آن سان سوچی کی خاموشی بھی ناقابلِ فہم ہے۔

روہنگیا اپنے علاقے میں محدود رہتے ہیں۔ ان کے علاقوں کے اردگرد بھاری فوج تعینات رہتی

ہے۔ اپنے علاقے سے باہر نکلنا ان کے لیے ممکن نہیں۔ کسی بھی وقت ان پر مسلح دہشت گرد حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ پولیس اور فوج ان کی مددگار ہوتی ہے۔ قانون کا کوئی ادارہ ان کی آہ و بکا پر رپورٹ درج کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ جبری مشقت کے ذریعے بھی وہ اراکانی مسلمانوں کو ختم کرنے یا سزا دینے پر عمل پیرا ہیں۔

۲۰۱۲ء میں بدھ دہشت گردوں کے حملوں سے ڈیڑھ لاکھ افراد اپنے گھربار سے محروم کر دیے گئے تھے۔ ۸۰۰ افراد ظالمانہ طریقے سے ہلاک کر دیے گئے تھے۔ اس وقت سے اب تک تنا اور خوف کی کیفیت طاری ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ روہنگیا یہاں رہنے سے نکلنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ۲۰۱۲ء کے افسوس ناک واقعات کے بعد سے کشتیوں کے ذریعے جبری انخلا کہیے، فرار کہیے، یا انسانی اسمگلروں کا جال...... ایک لاکھ افراد میانمار چھوڑنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ اس سرگرمی میں بدھ دہشت گرد بھی شامل ہیں جنھوں نے انسانی اسمگلروں کو قانونی تحفظ اور ایسی سہولتیں فراہم کر رکھی ہیں کہ وہ روہنگیا لوگوں کو اغوا کریں، قید کریں یا لالچ دیں اور انھیں کشتیوں میں بھر کر سمندر میں لے جائیں۔ اغوا کیے جانے والے افراد کے اہلِ خاندان سے تاوان کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے۔ معلومات کی اہم ویب سائٹ وکی پیڈیا میں روہنگیا قوم کو دنیا کی انتہائی بے سہارا قوم اور دنیا کی انتہائی بے یار و مددگار قوم قرار دیا گیا ہے۔ ان کے پاس رقوم کہاں سے آئیں کہ وہ اپنے بچوں کو رہا کرا سکیں۔ کشتیوں میں عموماً نوجوان ہوتے ہیں تاکہ مزاحمت کر سکنے والے باقی نہ رہیں اور بعد میں میانمار کی سرزمین پر بوڑھے لوگوں، عورتوں اور بچوں کا بآسانی صفایا کیا جا سکے۔ نوجوان مسلم لڑکیوں کی عصمت دری کی داستانیں اس کے علاوہ ہیں۔ برطانیہ اور امریکا کی چند تنظیموں نے اس حوالے سے رپورٹ تیار کی ہے۔

کشتی والوں کی بے بسی اور مرنے والوں کی خبریں تیزی سے شائع ہوئیں تو انڈونیشیا اور ملائیشیا نے چند سو لوگوں کو اس شرط پر ساحلی علاقوں میں اترنے کی اجازت دی کہ وہ ایک سال کے اندر اندر واپس چلے جائیں گے، نیز یہ کہ عالمی برادری ان کے متعلقہ اخراجات برداشت کرے۔ حکومت سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے رقوم کا اعلان کیا، تاہم بڑی تعداد ابھی تک کشتیوں میں خلیج انڈمان میں موجود ہے۔ برما کی سیکورٹی فورسز انھیں ہلاک کرنے کے لیے تیار ہیں اور حکومت بنگلہ دیش انھیں کسی قیمت پر ساحل پر اترنے نہیں دیتی۔

نقشے پر دیکھا جائے تو میانمار راکھن صوبہ (سابقہ اراکان ریاست) بھی بنگلہ دیش کے ساتھ جغرافیائی طور پر ملحق ہے۔ اس کی برما سے قربت سمندر کے ذریعے ہے۔ کئی ہزار اراکانی برس ہا برس سے بنگلہ دیش میں قیام پذیر ہیں۔ ان کی داستانِ غم علیحدہ ہے۔ موجودہ المیے کے آغاز میں یہ خبریں بھی آئیں

کہ کشتیوں میں سوار ہونے والے لوگوں میں بنگلہ دیش میں قیام پذیر روہنگیا بھی ہیں، تاہم بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کے استقبال میں مصروف بنگلہ دیش کی وزیراعظم حسینہ واجد نے ساحلی پٹی پر تعینات سیکورٹی گارڈز کو یہ پیغام دینے کا موقع ضائع نہ کیا کہ ان کشتی سواروں میں سے کوئی بھی بنگلہ دیش میں داخل نہ ہو۔ عوامی لیگ کی حکومت اپنے ملک کی اسلامی تحریک کی قیادت کو پھانسیاں دینے میں مصروف ہے۔ اسے اِس سے کیا غرض کہ ہزاروں روہنگیا کلمہ گو در بدر پھر رہے ہیں اور موت کا شکار ہوا چاہتے ہیں اور بنگلہ دیش کم از کم انھیں موت کے منہ میں جانے سے بچاسکتا ہے لیکن یہ کون سوچتا ہے۔ ۲۰۱۲ء میں بھی پناہ کے طلب گاروں کو بنگلہ دیشی حکومت نے ساحلی علاقوں پر اترنے نہ دیا تھا۔ طوفانی لہروں کا مقابلہ کرنے والے کشتی والے دربدر انسانوں کا معاملہ بین الاقوامی برادری کے سامنے آیا تو امریکی صدر باراک اوباما نے صرف یہ بیان دینے پر اکتفا کیا کہ برما کی حکومت کو چاہیے کہ وہ نسلی ولسانی بنیاد پر امتیاز ختم کرے۔ امریکا نے حسب معمول مسلمانوں کے قتلِ عام، بے دخلی، نسلی تطہیر اور جلاوطنی کو برداشت کرلیا۔ افغانستان اور عراق میں نام نہاد دہشت گردی کے خاتمے کیلئے ۱۱ لاکھ افراد ناٹو کے ذریعے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے ہیں۔ لیکن گذشتہ ۵۰۔۴۰ برس سے جو دہشت گردی میانمار کی حکومت مسلمانوں کے خلاف کر رہی ہے اس کے خلاف امریکا نے کارروائی کا اعلان کیا، نہ روس نے، نہ چین نے۔ شاید مسلمانوں کے خلاف کی گئی زیادتی، زیادتی نہیں ہوتی۔ دہشت گردی، دہشت گردی نہیں ہوتی اور مسلمان کی ہلاکت ہلاکت نہیں ہوتی۔

مادرِ وطن چھوڑ کر سمندروں میں زندگی اور ٹھکانے کی تلاش کرنے والے دربدر روہنگیا مسلمانوں کے حق میں جماعت اسلامی نے آگے بڑھ کر مظاہرے کیے۔ امیر جماعت جناب سراج الحق نے اسلام آباد میں اقوامِ متحدہ کے نمائندے کو یادداشت پیش کی اور اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو اپنے خط کے ذریعے اس کا فریضہ یاد دلایا کہ برما کی حکومت پر دباؤ ڈال کر ان مسلمانوں کو اپنے وطن بھیجا جائے۔ انھوں نے اقوامِ عالم کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرائی کہ جنوبی سوڈان، مشرقی تیمور کی طرح اراکانی مسلمان بھی انسان ہیں، ان کے بھی حقوق ہیں اور ان کو کم از کم زندہ رہنے اور اپنی ہی سرزمین پر سانس لینے کی اجازت تو دی جائے۔ کراچی و اسلام آباد میں بھی اس سلسلے میں بڑے مظاہرے ہوئے اور متعدد دینی و سیاسی جماعتوں اور تنظیموں کے مظاہروں میں عالمی برادری سے مطالبہ کیا گیا کہ اراکان مسلمانوں کو اپنی ہی سرزمین پر رہنے کا حق دیا جائے۔ وگرنہ میانمار پر اقتصادی پابندیاں لگائی جائیں۔ حکومت پاکستان اسلامی ممالک کی تنظیم سے بھی رابطہ کیا، اقوامِ متحدہ میں اس مسئلے کو اٹھانے کا جائزہ لیا اور ۵۰ لاکھ ڈالر کی امداد بھی

مختص کی تاکہ اقوامِ متحدہ کے اداروں کے ذریعے اِن درماندہ لوگوں کی خوراک کا بندوبست کیا جاسکے۔
میانمار کے اندر ایسے بدھ بھکشو منظر پر آچکے ہیں کہ جو اسلام کو دہشت گرد مذہب اور مسلمانوں کو دہشت گرد قوم سمجھتے ہیں اور اسی فہم میں دن رات مصروف ہیں۔ چند بدھ عبادت گاہوں سے باقاعدہ یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اس سرزمین کو بنگالی غیر ملکیوں سے پاک کردو۔ ان کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ ان کو زندگی سے محروم کردیا جائے۔ پیدائش کا اندراج، موت کا اندراج، پاسپورٹ، تعلیم، علاج، سفر، رہائش ایسے معاملات ہیں کہ ان کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ملازمت اور سرکاری اداروں میں عمل دخل کا سوال ہی نہیں۔ ان کے لیے زندہ رہنے کے لیے یہی راستہ چھوڑا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے باپ دادا کے نام بدھوں جیسے ظاہر کرکے بدھ تہذیب و کلچر کو اختیار کرلیں۔ نماز، روزہ، زکو، حج، نکاح، ختنہ چھوڑ دیں۔ میانمار میں رہنے کی شاید یہ قیمت بہت زیادہ ہے۔
پاکستان، بنگلہ دیش، سعودی عرب، انڈونیشیا، ملایشیا، برطانیہ سمیت دیگر ممالک میں اراکانی مسلمان موجود ہیں لیکن ان کا مستقبل بھی محفوظ نہیں ہے۔ حالیہ مہم کے دوران بھی جب ہزاروں مسلمانوں کو کشتیوں میں سوار ہونے پر مجبور کیا گیا تو ایسی تمام علامتیں اور ثبوت ان سے لے لیے گئے جس سے ثابت ہوسکے کہ یہ اراکان کے رہنے والے ہیں اور ان کے باپ دادا ۵۰۰ برس سے یہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام لیوا بن کر رہ رہے ہیں۔ اقوامِ متحدہ، او آئی سی اور مسلم ممالک ایک طویل مدت سے یہ تشدد دیکھ رہے ہیں۔
ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس واچ کے علاوہ ہفت روزہ اکانومسٹ، لندن اور گارجین، پروفیسر پینی گرین وغیرہ نے میانمار حکومت کی شدید تنقید کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسئلے کو اقوامِ متحدہ انسانی حقوق کمیشن، اراکان پراجیکٹ میں شدت سے اٹھایا اور عالمی برادری کے سامنے اسے سمندروں میں تیرتے تابوت کی صورت میں پیش کیا۔ ان تنظیموں کے نمائندوں نے جن الم ناک حالات کی نشان دہی کی وہ بیان سے باہر ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان آج ریت کے ذرے بنے ہوئے ہیں۔ ان کی ریاستوں کا بھرم ہے، نہ ان کے ایٹم بم کا خوف، جو چاہتا ہے ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کے فرمان پر عمل درآمد ہوتا تو ۱۵ لاکھ روہنگیا مسلمان ذلت و رسوائی، تشدد و پسپائی کی زندگی بسر نہ کر رہا ہوتا۔ ایک نقطہ نظر یہ بھی سامنے آیا کہ پاکستان نے جس طرح کلمے کے اشتراک کی بنا پر افغان مہاجرین کیلئے اپنے گھر کھول دیے تھے، چند ہزار اراکانیوں کے لیے قیام گاہ فراہم کرکے مثالی کردار ادا کرسکتا ہے۔

مولانا ابوالمعز محمد عرفان الحق حقانی

فاضل دیوبند مولانا قاضی عبدالکریم کلاچویؒ کی رحلت

دارالعلوم دیوبند کے کے جید فاضل، جامعہ نجم المدارس کے مہتمم، عظیم فقیہہ، ادیب بے بدل، تواضع اور انکساری کے پیکر، معمر عالم دین حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی چار سال کی طویل علالت کے بعد ۸؍اگست ۲۰۱۵ء ہفتہ کی شب عشاء کو پونے دس بجے ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈی ایچ کیو ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ......اِن کی وفات کی خبر سے دارالعلوم میں صف ماتم بچھ گئی، نماز ظہر کے بعد زیر تعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نئے ہال میں تعزیتی اجتماع منعقد ہوا اوران کی مغفرت کے لئے ایصال ثواب کے بعد مولانا سمیع الحق نے ان کے ہمہ گیر علمی فقہی سیاسی خدمات پر روشنی ڈالی اوران کے جانشین مولانا قاضی محمد نسیم حقانی اور خاندان سے اظہار تعزیت کیا، مولانا قاضی عبدالکریم دارالعلوم دیوبند کے آخری فضلاء اور بقیۃ السلف علماء میں سے تھے۔ وہ جمعیۃ علماء اسلام (س) کے سرپرست اعلیٰ اور سینیٹر قاضی عبداللطیف کے بڑے بھائی تھے۔

مرحوم نے ساری عمر دین کی اشاعت میں صرف کی۔ سیاسی میدان میں جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر بھرپور خدمات انجام دیں۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ ساری عمر انتہائی قریبی روابط اور تعلقات استوار رہے۔ ان کا وجود علماء و مدارس اور پوری امت کے لئے تقویت کا باعث رہا، احقر کو اُن سے شناسائی بدء شعور سے ہوئی اس لئے کہ آپ جامعہ کے ہر اہم پروگرام میں باوجود ضعف و نقاہت کے شریک ہوتے تھے، حرمین شریفین کے سفر کے دوران اکثر اوقات مدینہ شریف میں قاری صفی اللہ مدنی شہیدؒ کی مسجد میں اُن کے ساتھ قیام کی سعادت بارہا نصیب ہوتی رہی، اس دوران اُن سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا، آپ ۱۹۱۹ء کو کلاچی کے علمی و روحانی خاندان میں اپنے وقت کے مرجع خلائق مولانا قاضی نجم الدین کے ہاں پیدا ہوئے، نہایت صغر سنی میں دس سال کی عمر میں قرآن پاک کے حافظ اور قاری بنے۔ پھر ابتدائی درس نظامی کی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں والد صاحب نے حاصل کی، بعد ازاں سرگودھا کے مشہور مدرسہ سراج العلوم میں تین سال تحصیل علم میں صرف کئے، پھر اُس وقت کے غیر منقسم ہندوستان کے شہر جالندھر پہنچے، جہاں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری سے کسب فیض پایا۔ ۱۸؍برس کی عمر میں

دورہ حدیث اور دستار فضیلت کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۸ء میں فراغت پائی۔ واپس آ کر اپنے گاؤں میں دین کی نشر واشاعت کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کی خدمت پر مامور ہوئے۔ بلوچستان کے علاقہ فورٹ سینڈیمن کے عوام کی دینی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک باعمل عالم دین کی ضرورت پڑی تو انہوں نے کلاچی کے اِس چشمہ دین کی شہرت سن کر اِنہیں دعوت دی جسے آپ نے انجمن اسلامیہ کی دعوت پر قبول کیا اور وہاں جا کر پانچ سال تک لوگوں کے دینی مسائل کی عقدہ کشائی کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے جمعہ پڑھانے کی ترتیب وہاں یوں تھی کہ ایک جمعہ اردو میں اور دوسرے جمعہ پشتو زبان میں تقریر فرماتے۔ ذکاوت، علم وفراست، خوش بیانی، خوش خلقی، خاندانی فہم وفراست، خدمت دین کے جذبہ سے سرشاری، علم حدیث میں خاص مہارت اور مسائل فقہ پر عبور کی وجہ سے آپ تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف بلوچستان بلکہ پورے ملک کے عوام اور خواص دونوں کے دِلوں میں گھر کر گئے۔ تقسیم برصغیر کے بعد انجمن اسلامیہ سے اختلاف کی بنیاد پر استعفیٰ دے کر کوئٹہ کے معروف مدرسہ مطلع العلوم کی دعوت ملنے پر وہاں مصروف درس و تدریس ہوئے، جہاں اُن کو اس مدرسہ کا ناظم اعلیٰ بنایا گیا، اس دوران آپ جامع مسجد کے خطیب بھی رہے، جہاں عشاء کے بعد آپ کے درس قرآن میں عوام جوق درجوق شریک ہوتے اور اس طرح ایک لمبے عرصہ تک عوام وخواص کے خشک وبنجر دماغی زمین کی آبیاری کرتے رہے۔ بلوچستان میں قیام کے دوران کلاچی کا ایک دیندار طب وحکمت کے شعبہ سے وابستہ جناب صوفی محمد صاحب کے بے لوث جذبے کے طفیل آپ کو اپنے گاؤں میں دینی مدرسہ قائم کرنے کا شوق پروان چڑھا۔ موصوف مذکورہ اپنی یومیہ آمدنی کے ۱/۴ حصے کو اس غرض سے چھپ کر جمع کرتے تھے کہ گاؤں میں جا کر اس سے دین کی نشر و اشاعت کی داغ بیل ڈالیں گے۔ اس کی جمع پونجی اس وقت سوا روپیہ تھی، اسی سے نجم المدارس کی ابتداء ہوئی۔ اس سے قبل آپ کے آباؤاجداد مسجد میں ہی دین کی نشر واشاعت میں مصروف رہے، مستقل مدرسہ کا قیام گاؤں میں ۱۹۴۹ء میں ''نجم المدارس'' کے نام سے عمل میں لایا گیا۔ جدِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کو ۱۹۵۲ء میں آپ نے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مدعو فرمایا۔ جس کی تفصیلات مکتوبات مشاہیر میں مندرج ہے۔ اس خط کو ملحوظ رکھ کر ہمارا ان کے ساتھ گویا یہ خاندانی تعلق ۶۵ برس پر محیط ہے۔

آپ سے مختلف ملاقاتوں کے دوران جو واقعات سنے ان میں سے چند ایک نذر قارئین ہیں:

☆ حرم شریف میں ایک دفعہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کا طواف ہر دور اور ہر وقت و زمانہ میں جاری وساری رہا، کبھی رُکا نہیں، ایک دفعہ سیلاب آنے پر مطاف پانی سے بھر گیا، لوگ بھاگ کر اوپر چڑھ گئے، اس دوران اچانک پانی میں ایک کالے رنگ کا سانپ نظر آیا جس نے کعبہ کا طواف شروع کیا، یہ دیکھ کر ایک حبشی (افریقی) نے بھاگ کر اُس سانپ کو اپنے گلے میں ڈال کر اس کے ساتھ اکٹھا طواف کرنا شروع کیا۔

☆ احترام اساتذہ کے موضوع پر فرمایا کے ڈوب میں ایک معمر صاحب جناب محمد رسول رہائش پذیر تھے جو میرے دادا قاضی عبدالغفار صاحب کے شاگرد تھے، میں جب بھی وہاں گیا، وہ انتہائی ضعف ونقاہت کے باوجود لاٹھی کے سہارے مجھے ملنے آتے، میں اس کی کمزوری اور بڑھاپے کو دیکھ کر شرمندہ ہوتا اور کہتا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ لیکن وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ تم میرے استاد محترم کے خاندان سے ہو، اس لئے میری حاضری ضروری ہے۔ اس واقعہ میں ہم جیسے نالائقوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے۔

☆ دینی مدارس کے نصاب اور نظام تعلیم میں تبدیلیاں لانے کی حکومتی عندیہ کے متعلق ایک دفعہ فرمایا: کہ ہمیں نہ اختلاف جدید علوم میں مہارت حاصل کرنے کا ہے اور نہ ہی غیر ملکی انگریزی وغیرہ زبانوں کے سیکھنے سے۔ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے، تو پھر ہمیں ملک وملت کے ان دونوں ضروریات سے کیسے اختلاف ہوسکتا ہے؟ علماء پر یہ ایک بہتان ہے واعدو لھم مااستطعتم جیسے نص کے ہوتے ہوئے اور فلیبلغ الشاھد الغائب جیسے تاکیدی حکم کی موجودگی میں ان چیزوں کی ضرورت سے کسی عالم کو اختلاف نہیں۔ اختلاف تو مدارس دینیہ کی آزاد حیثیت کو ختم کرنے سے ہے۔ مدرسہ میں عصری علوم شامل کرنے کے ساتھ ساتھ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں بھی دینی ضروریات سے اغماض نہیں برتنی چاہیے اگر حکومت اخلاص رکھتی ہے تو پہلے وہاں عصری درسگاہوں میں لازمی چار پانچ سالہ نصاب کا بندوبست کرے پھر اپنے اعتماد کو دکھا کر ہمارے ہاں مدارس میں عصری علوم کے لئے کورس بنادے۔

☆ مدرسہ کی رکھوالی اور مہتمم کی ذمہ داری کا موضوع زیر بحث آیا تو فرمایا کہ ہمارے لئے دارالعلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم کا ایک واقعہ سبق آموز ہے کہ ایک دفعہ وہ مدرسہ کی روئیداد چھاپنے کے لئے دہلی جارہے تھے کہ اس دوران اُن سے مدرسہ کا چھ سو روپے کہیں کھوگئے جس پر وہ بڑے پریشان ہوئے، دیوبند کی مجلس شوریٰ نے واقعہ کی اطلاع پانے پر انہیں تسلی دی کہ آپ پر ہمارا بھرپور اعتماد ہے، امانت کی حفاظت میں آپ نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہوگی لہٰذا فکر نہ کریں اس کے باوجود انہیں تسلی نہ ہوئی اور مدرسہ کا تاوان پورا کرنے کیلئے زمین کا ایک ٹکڑا فروخت کرنے لگے۔ شوریٰ کے اراکین نے اس پر مطلع ہوکر مدرسہ کے سرپرست مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی سے فتویٰ تحریر کرکے مہتمم صاحب کو دیا کہ اُن پر کوئی تاوان لازم نہیں، یہ فتویٰ دیکھ کر جو جواب انہوں نے دیا وہ ہم جیسے کوربیناؤں کے لئے سنگ ونشان راہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ’’میاں رشید احمد نے یہ ساری فقہ میرے لئے پڑھی تھی، اُن سے کہیے کہ ذرا اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بتلائیے کہ اگر اِن کو ایسا واقعہ پیش آتا تو وہ کیا کرتے۔؟‘‘

☆ شریعت کے نظام کو نافذ کرنے کیلئے ساری عمر جدوجہد کی اور اس سلسلے میں جب مولانا سمیع الحق

صاحب نے شریعت بل کا معرکہ ایوان بالا سینٹ میں لڑنا شروع کیا تو اس کی نہ صرف بھرپور تائید کی بلکہ لوگوں کو اُن کے کاروان میں شامل ہونے کی دعوت دیتے رہے۔آپکی قومی ،ملی و سیاسی محاذ پر قدم بقدم سرپرستی اور شفقت ومحبت مولانا سمیع الحق کے ساتھ اُن کے مکتوبات کی ہر ہر سطر سے نمایاں ہے۔بہرصورت حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''بعض سیاست زدہ مولوی صاحبان شریعت کے نام سے بھی چڑنے لگتے ہیں، ان کے مذہب میں ہر مطالبے کے لئے تحریکیں چلائی جاسکتی ہیں مگر شریعت کے لئے ہرگز نہیں، بےعلموں میں یہ ہمت رندانہ اور یہ جرات بے جا کہاں؟ بہرحال نام تو ان اکابرین کا لیا جاتا ہے جنھوں نے دنیا کو بھی دین بنالیا تھا،اور اپنا کام یہ کہ دین کو بھی دنیا کے تابع کردیا، کامل شخص کفر کو (دنیا کے کاموں) دین بنا دیتا ہے۔ اور رعلت والا (دنیا پرست) دین کے کام کو بھی علت (دنیا) بنا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ الٹی سمجھ سے محفوظ رکھے۔''

☆ تحریک طالبان افغانستان کی ابتداء سے سرپرستی اور تائید شروع کی اور عمر کے آخری حصے تک اس پر کاربند رہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ہم نے چودہ سوسال بعد کے سچے مسلمانوں طالبان افغانستان کو آگ میں نہلاتے ہوئے دیکھا تو ایمانی غیرت نہیں جاگی ،حکمرانوں کو کوستے رہنے پر اکتفا کیا،اور ذرہ بھرلیلائے اقتدار کی دور سے جھلک نظر آنے لگی تو نہ صرف طالبان کو دور سے سلام کرنے کی ٹھان لی بلکہ اس سے تبریٰ کیا۔اظلم ترین کافر کے اڈوں میں نرمی کرنے کا اشارہ بھی دیا اور حدود وتعزیرات اسلام تو گویا قصہ پارینہ ہے۔

آپ کی کون کون سی مجلس اور قیمتی موتیوں سے بھرپور باتوں کو یاد کریں گے، ہر نیا دن ہمیں ایک بڑے عالم دین سے جدا ہونے کے تازیانے دے رہا ہے، افسوس اِن اکابر کے وجود سے ہم محروم ہوگئے،لیکن اللہ تعالیٰ سے بصد زاری دعا والتجا ہے کہ اِن عظیم علماء کی برکات ہمارے اوپر تاحین قیامت سایہ فگن رہے...... آپ کا نماز جنازہ ۹ راگست صبح گیارہ بجے کلاچی شہر کے وسیع وعریض میدان میں حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن حقانی ہزاروی صاحب کی اقتداء میں ادا کیا گیا۔ جس میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ۸ سے ۱۰ ہزار افراد نے شرکت کی۔ ......اس موقع پر حاضرین کے سامنے تعزیتی کلمات کہنے والوں میں مولانا عزیز الرحمٰن کے علاوہ آپ کے لائق ترین شاگرد اور درجنوں کتابوں کے مصنف حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی بھی شامل تھے (جنھوں نے حضرتؒ کے مکتوبات ''مکاتیب الکریم'' کے نام سے چھپوائے ہیں)بعدازاں آپ کو اپنے آبائی قبرستان ہارون آباد کلاچی میں سپرد خاک کیا گیا۔آپ کے پسماندگان میں بڑے بیٹے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سابق استاد حضرت مولانا مفتی عبدالحلیم چند سال قبل انتقال کرچکے ہیں جبکہ دوسرے فرزند مولانا محمد نسیم جو اس وقت مدرسہ کے روح رواں ہیں، آپ کے جانشین ٹھہرے۔ مولانا قاضی محمد وسیم ،مولانا محمد سلیم ،مولانا محمد یحییٰ ،مولانا فرید احمد ،مولانا قاضی منیر الدین اور مولوی عبدالغفور آپ کے احفاد اور باقیات الصالحات ہیں۔

مولانا محمد اسلام حقانی٭

اسلام اور جدیدیت کی کشمکش : ایک تعارف

روایتی اسلامی فکر پر سیکولر اور ماڈرن اعتراضات کا تحقیقی مطالعہ

ستر ویں صدی کے بعد فلسفہ،فکر اور نظام مغرب (جاہلیت جدیدہ) کے غلبہ اور Enlig htenment اور Modernism کی تحریک کے فروغ کے بعد مسلم دنیا میں روایتی علم کلام کی احیاء اور نئی اسلوب میں اسکی تدوین کی طرف ارباب علم و تحقیق نے اتنی توجہ اور خاص دھیان نہیں دیا جتنی کہ اس کی ضرورت تھی، کسی بھی دبستان فکر اور حلقہ نظر نے اس ضرورت کا احساس نہیں کیا اور نہ مغربی فکر و فلسفہ کے افہام وتفہیم کے حوالہ سے کوئی شعور کے بیداری کی تحریک چلائی اس کے برعکس اگر ہم قدیم دور کی تاریخ کا گہرائی سے جائزہ لیں تو بہ نسبت عصر حاضر،عصر قدیم کے ائمہ اور عبقری شخصیات میں بر وقت ان ضرورتوں کا احساس ملتا ہے جب اس دور میں فلسفہ اور فکر یونان کا غلبہ تھا اور اس دور کے تعقل غالب فکر یونان تھیں تو اس فکر کی بدولت جو مسائل پیدا ہوئیں ، وہ وقت کے زندہ مسائل میں شمار ہوتے تھے، امام اہل حق ابو الحسن اشعریؒ، حجۃ الاسلام امام غزالیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے عبقری شخصیات اس طرف ہمہ تن متوجہ ہوئیں اور ان مسائل کو حل کرنے اور فلسفہ یونان کے رد ونقد کا دشوار ترین مرحلہ ان عباقرہ نے بخوبی سر کرلیا اور ان افکار باطلہ کے سامنے بند باندھا اور سد سکندری ثابت ہوکر اور امت کے علمیاتی حصار کی حفاظت کی۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عہد جدید میں اس ضرورت کا احساس بہت سوں کو ہوا ہوگا ،لیکن جس نے بھی اس مشکل ترین موضوع کو مشق سخن بنا کر اور فکر مغرب پر خامہ فرسائی کی رفتہ رفتہ انہوں نے مغرب کا اسلامی محاکمہ کے بجائے اسلام کا مغربی محاکمہ شروع کیا، مغرب کے اسلامیانے کی سر توڑ کوشش اور سعی لا حاصل میں لگے رہے مغربی تہذیب سے جو بھی فکر، نظریہ برآمد ہوا تو اسکی تلاش اسلام میں شروع کرنے لگے اور مغرب کے نقد ومحاکمہ میں جارحانہ کے بجائے معذرت خواہانہ رویہ اپنایا۔ ہاں اس یاس اور نا امیدی کے فضاء میں امید کی ایک کرن مسلم دنیا کے فہیم عناصر میں ایک تحریک سے ملتی ہے جو اس وقت ہمارے ملک میں افہام و تفہیم مغرب کے حوالہ

٭ رکن مؤتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ

سے سرگرم عمل ہیں اس تحریک کے دو شخصیات قابل ذکر ہے جو اس وقت فکر مغرب کے فہم کے نمایاں اور اہم ستون سمجھے جاتے ہیں اور فکر مغرب کا اسلامی محاکمہ پیش کرنے میں پیش پیش ہیں اور ان کی کاوشیں عالم اسلام میں منفرد نوعیت کے ہے، ایک درویش خدا مست اور مرد قلندر محترم جناب سید خالد جامعی صاحب اور دوسری محترم جناب ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری صاحب ہیں ان دونوں شخصیات سے عصری جامعات کے ذکی اور ذی استعداد اصحاب اور دینی جامعات کے باشعور طلباء بھی بڑی حد تک مستفید ہو رہے ہیں اس تحریک کی نمایاں خصوصیات یہ ہے کہ اس کا علمیاتی منہاج حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے تھافۃ الفلاسفہ پر استوار ہے اور یہ نہ صرف جدیدیت کے مکمل مخالف ہیں بلکہ عہد جدید کے ترمیمیت پسند اور مسلم جدیدیت پسند مفکرین کے فکری منہاج کا بھی کلی مخالف ہیں چونکہ ترمیمیت پسند مفکرین (جو خذما صفا ودع ما کدر کے اصول پر عمل پیرا ہیں) کی فکری کام کا حتمی اور لازمی نتیجہ فکر مغرب کی بالادستی ہے لیکن اس کے برعکس اس فریم ورک میں فکر مغرب کے خذ ماصفا ودع ماکدر کا اصول کارفرما نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس فکر مغرب کی کلیت ہی صالح نہیں اور صالح جزء تب ہی لیا جاسکتا ہے جب اسکی کلیت میں کوئی شر نہ ہو فکر مغرب کی کلیت شر ہی شر ہے اس سے خیر کی امید پیپل کی درخت سے آم کی توقع کے مترادف ہیں وہ اس فکر کی کلیت اور جزئیت کو تنقید کی خارجی اور داخلی کسوٹی پر پرکھ کر اسلامی محاکمہ فرماتے ہیں اور انکی یہ مخالفت صرف مخالفت برائے مخالفت ،تنقید برائے تنقید نہیں بصیرت پر مبنی ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات فکر مغرب پر گہری نظر اور اس فکر سے براہ راست واقفیت رکھتے ہیں یہ دونوں ہستیاں اس وقت امید کے چراغ ہیں اور انکی فکری کاوشیں بجا طور پر اس کی مستحق ہیں کہ اس کی قدر دانی کی جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے۔

اس فکر کو اجاگر کرنے کیلئے انہوں نے افراد سازی اور تربیت اور شعور و آگہی کا زندہ جاوید اور منفرد نوعیت کا کام شروع کیا ہے جو اس وقت کی اہم ضرورت ہے ان شخصیات سے اعلی استعداد کے حامل فضلاء اور دانشور اور قد آور شخصیات وابستہ ہے اور وہ اس دبستان کے جزء ہیں جن میں ڈاکٹر عبدالوھاب سوریؔ، ڈاکٹر علی محمد رضویؔ ،زاہد صدیق مغلؔ، فصیح احمد، محبوب الحسن بخاری، امین اشعر، حافظ محمد احمد وغیرہ شامل ہیں اس دبستان فکر میں دینی مدارس کے فضلاء میں ایک نمایاں نام نہایت باستعداد نوجوان مولانا محمد ظفر اقبال صاحب کے بھی ہے جو اس وقت فلسفہ میں پی ایچ ڈی کے طالبعلم ہیں لیکن علمی مقام بہت اونچا ہے جامعی صاحب کے شاگرد خاص ہیں اور انہیں کے افادات کی تدوین اور ترتیب کے مشکل ترین کام کو نبھائے ہوئے بخوبی سرانجام دیتے ہیں اور اس فکر کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں، ان کی پہلی مرتبہ کتاب ''اسلام اور جدید

سائنس نئے تناظر میں" چند سال پہلے اہل علم وفضل سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں ،اب نئی کتاب "اسلام اور جدیدیت کی کشمکش" منظر عام پر آئی ،اس کتاب میں انہوں نے اسلامی یونیورسٹی کے سابق ریکٹر ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے فلسفیانہ افکار کا علمی نقد پیش کیا ہے آج تک اس کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوسکی تھی ڈاکٹر منظور احمد کی افکار کو لیکر جدیدیت کے پورے ڈھانچے کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا،۵۴۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۱۶ اصفحات کو محیط ایک وقیع مقدمہ میں انہوں نے بڑی عرق ریزی اور باریک بینی سے ڈاکٹر منظور احمد اور جدیدیت کے خدوحال کا نقشہ کھینچا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی کتابوں میں پھیلی ہوئے ان بے مغز نکات کی نشاندہی کی ہے جوانہوں نے جدیدیت سے مرغوبیت کی بناء پر اپنائی ہے،مقدمہ کی ڈھنگ ،اسکی رنگ، اس کی مہک ،اس کی جھلک ملاحظہ فرمانے کے بعد اس کے چھ ابواب کا در کھولتے ہے کتاب کا پہلا باب "منہاج علم اور ماخذ استدلال" کے عنوان سے معنون ہے اس باب میں انہوں نے اسلام اور جدیدیت اور دونوں کے مابعد الطبیعات ،کونیات، اخلاقیات اور علمیات میں جو فرق ہے اس کو مستند استدلالی طریقے سے بیان کیا ہے اس باب میں بہت سے دیگر امور پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو تقریبا ۸۰ صفحات کو محیط ہے دوسرا باب "اسلام ......دینی اور علمی منہاج" کے نام سے موسوم ہے اس باب میں مصنف علام نے ڈاکٹر منظور صاحب کی اس بات کی تردید کی ہے کہ "مسلمانوں کے تنزل کا اصل سبب روایتی علمی منہاج پر اصرار ہے" اس میں انہوں نے ماخذ اربعہ پر مدلل اور سیر حاصل بحث نہایت عالمانہ اسلوب میں پیش کیا ہے بین السطور اور حواشی میں بہت سے علمی نکات اٹھایے گئے ہے یہ باب تقریبا ۶۷ صفحات پر مشتمل ہے، تیسرا باب "جدید منہاج علم......ماخذ ومنابع" کے نام نامی سے مسمی ہے اس باب میں مصنف نے مغربی منہاج علم عقل (عقل محض) کا خوب اسلامی محاکمہ پیش کیا ہے اور ڈاکٹر منظور کی جملہ افکار کو ردونقد کی کسوٹی پر پرکھا ہے ۱۱۰ صفحات پر مشتمل اس باب میں ذیلی ابواب بھی ہے جس میں ڈاکٹر منظور کے افکار وخیالات جوانہوں نے سائنس، عقل، فطرت، فلسفہ مغرب کے حوالہ سے پیش کی ہے اسکا مکمل ردونقد ملتا ہے چوتھا باب "خطبہ نیاز......تبصرہ وتجزیہ" کے عنوان سے ہے اس باب میں مرتب کتاب نے ڈاکٹر صاحب کی ان خیالات کا رد پیش کیا ہے جس میں انہوں نے نیاز فتح پوری کے متجددانہ خیالات کو سراہا ہے اس باب میں بھی ذیلی ابواب موجود ہے یہ باب ۷۶ اصفحات کو محیط ہے پانچویں باب میں "نیاز فتح پوری کے علمی سرقوں" کے حوالہ سے سیر حاصل کلام موجود ہے اور اس باب میں بھی ذیلی ابواب اور ضمیمہ جات پائے جاتے ہے جس میں نیاز فتح پوری کے ہر بات اور خیال کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس بات خوب تردید کی ہے کہ "نیاز فتح پوری کو بیسویں صدی کے روشن خیال مفکرین کے صف اول شمار کیا جانا چاہیے" مصنف علام نے ثابت کیا

ہے کہ نیاز فتح پوری کو کبھی بھی کسی نے اسلامی مفکر کے طور پر پیش نہیں کیا ہے یہ باب ۴۵ صفحات کو محیط ہے چھٹا باب ''ڈاکٹر منظور اور سیکولرازم'' کے عنوان سے معنون ہے جس میں ڈاکٹر صاحب کے سیکولرازم کے حوالہ سے ان کے خود ساختہ خیالات کا خوب نقشہ پیش کیا ہے یہ باب ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اخر میں مراجع و مصادر پیش کی گئی ہے بہر حال یہ کتاب علم وذوق اور فکر مغرب سے واقفیت وآگہی حاصل کرنے کے خواہاں قارئین کیلئے ایک قیمتی سوغات ہے جس میں ہر بات مدلل اور مسکت ہے اور جدیدیت کے منظر، تہ منظر اور پیش منظر سے نہایت ہی عالمانہ انداز اور شگفتہ اسلوب میں پردہ ہٹایا ہے اور جدیدیت کے زیر اثر تربیت پانے والی آراء پر چشم کشا نقد وتبصرہ ہے کتاب کا پیرایہ بیان اتنا عمدہ ہے کہ طبیعت ذرا بھی بوجھل نہیں ہوتی ہر صفحے پر فٹ نوٹ اور کتابوں کے مفصل حوالے صاحب مواد کے وسعت مطالعہ اور علمیت اور فکری صلاحیت پر شاہد ہے کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدیدیت کی علمیات، کونیات، مابعد الطبیعات، وجودیات، اخلاقیات اور جملہ فلسفیانہ مباحث کوانتہائی وضاحت اور بصیرت و ایمان افروز انداز میں پیش کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے جن جن مباحث میں لغزشیں اور ٹھوکریں کھائی ہے اسکا تسلی بخش نقد پیش کیا ہے ''اسلام اور جدیدیت'' کے عنوان سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہے اور اردو کا کشادہ دامن بھرا پڑا ہے لیکن اس موضوع پر کما حقہ حق ادا کرنے والے کتابوں کو انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے تاہم محمد ظفر اقبال کی مرتبہ کتاب ''اسلام اور جدیدیت کی کشمکش'' اپنے موضوع پر بلا شبہ ایک منفرد کتاب ہے جو اردو کے علمی اور فکری سرمائے میں ایک وقیع اضافے کی حیثیت رکھتی ہے مرتب کتاب کی محنت قابل داد ہے اس کا سہرا مولانا محمد ظفر اقبال کے سر جاتا ہے کہ انہوں نے غیر معمولی محنت و جانفشانی کا ثبوت دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ جناب سید خالد جامعی صاحب اصل داد اور تحسین کے مستحق ہے کہ طویل تعطل کے بعد روایتی علم الکلام کو جدید تقاضوں کے مطابق احیا کی تحریک کا کام انہوں نے سنبھالا اور دین کے دفاع کے لئے جو منفرد کلامی اسلوب اختیار کیا اور روایتی علم الکلام کو جس طرح حیات نو عطا کی اس کی مثال پورے عالم اسلام میں نہیں ملتی محمد ظفر اقبال کی مرتبہ کتاب ''اسلام اور جدیدیت کی کشمکش'' اسی دانش رفتگاں کی ایک جھلک ہے جو علمائے کرام کیلئے ایک بے مثال کتاب ہے جس کے ذریعے وہ اس روایت کو سیکھ سکتے ہیں اور اس کے ذریعے مغرب کی جانب سے دین پر ہونے والے نت نئے حملوں کا زبردست دفاعی اقدامی نظام بنایا جاسکتا ہے دینی مدارس اور اسلامی تحریکوں کے وابستگان کیلئے اس کتاب کا مطالعہ فکر ونظر دلیل و برہان کے نت نئے دریچے کھولنے میں مدد دے گا جامعی صاحب ہی کے ایما اور فکر کی بنیاد پر نہایت کامیابی سے یہ مجموعہ اشاعت پذیر ہو کر سامنے آسکا اللہ تعالیٰ مزید علمی ترقی نصیب فرمائے (امین)

مولانا عبدالرزاق۔

کدو (یقطین)

قرآن وسائنس کے تناظر میں اہمیت وفوائد

کدو علم نباتات میں ککربٹیسی (Cucurbitaceae) خاندان سے تعلق رکھتا ہے خربوزہ، کھیرا، ککڑی، پیٹھا، کدو وغیرہ کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے یہ بیلدار پودا ہے اس کو تازہ حالت میں بطور سالن پکا کر کھایا جاتا ہے اور خشک کر کے اس کے پھل زیب و زینت کی چیزیں بنانے کے کام آتا ہے اس سے بہت ہی نفیس گلدان، بوتل اور برتن بنائے جاتے ہیں اس کے علاوہ موسیقی کے آلات بنانے کے کام بھی آتا ہے مثلاً ستار، تان پوارا، بین، سارنگی وغیرہ۔

تازہ حالت میں یہ ہرے رنگ کا ہوتا ہے، جس کا وزن ۱۰ کلوگرام تک بھی ہوسکتا ہے کدو کی متعدد اقسام ہیں گول کدو، لمبا کدو، پیٹھا کدو، اژدھا نما کدو (جو ایک میٹر تک لمبا ہوتا ہے) ان کو (Calabash) بھی کہا جاتا ہے۔

تاریخ کے لحاظ سے دنیا کی ابتدائی فصلوں میں ایک فصل کدو بھی ہے ابتداً یہ کھانے کے لئے نہیں بویا جاتا بلکہ پانی ذخیرہ کرنے یا پینے کے برتن کے طور پر مستقل تھا شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ بوتل نما کدو افریقہ سے ایشیا میں آیا، لوگوں کی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت یا سمندر کے پانی میں اس کے پھل تیر کر یورپ اور امریکہ میں پہنچے کیونکہ سات مہینے پانی میں تیرنے کے بعد بھی یہ بیج قابل کاشت ہوتے ہیں کولمبس سے پہلے یہ امریکہ میں موجود تھا بوتل نما کدو کے آثار ۱۳۰۰۰ قبل مسیح کے کھنڈرات میں بھی ملتے ہیں۔(Whitaker & Carter 1954)

قرآن کریم میں یقطین کا ذکر

قرآن مجید میں کدو کا تذکرہ سورۃ صافات میں حضرت یونسؑ کے واقعے میں ہوا ہے حضرت یونسؑ کو اللہ تعالیٰ نے نینویٰ کے ایک لاکھ سے زائد آبادی کی طرف مبعوث کیا تھا حضرت یونسؑ کا عبرانی نام "یوناہ" تھا جو عربی میں یونس ہوگیا ان کا زمانہ ۷۸۴ ق م سے ۸۶۰ ق م بتایا جاتا ہے اور اور عہد عتیق کے نوشتوں میں ایک نوشتہ "یوناہ" کے نام سے بھی ہے۔

٭ سابق پرنسپل تعلیم القرآن ہائی سکول و فاضل جامعہ دارالعلوم حقانیہ

حضرت یونسؑ نے جب قوم پر تبلیغ حق سے حجت قائم کردی اور قوم سرکشی اور نافرمانی اور تکذیب پر اڑی رہی تو انہوں نے اللہ کے حکم سے اعلان فرمادیا کہ تین دن (بائبل کے مطابق ۴۰ دن) کے بعد تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور تمہارا شہر تباہ ہوجائے گا تین دن کے بعد حضرت یونسؑ اللہ کے اذن کے بغیر نینویٰ سے نکلے راستے میں دریا تھا نینویٰ شہر دجلہ کے مشرقی کنارے پر موصل شہر کے عین بالمقابل واقع تھا دریا کو عبور کرنے کیلئے یونسؑ کشتی میں سوار ہوگئے، کشتی گنجائش سے زیادہ بھری ہوئی تھی، کشتی ایک جگہ پہنچ کر رک گئی۔ ملاح نے کہا: مسافروں میں میں کوئی ایسا غلام ہے جو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلا ہے (یا بالفاظ دیگر کشتی کا بوجھ کم کرنے کے لئے ایک شخص کا دریا میں اتارنا ضروری تھا) چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ اندازی میں تین بار آپ کا نام نکلا حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ قرعہ کسی حق کے اثبات کے لئے نہ تھا جس میں ائمہ کا اختلاف ہے بلکہ مالکان کشتی ویسے بھی کسی عذر سے کسی راکب کو کشتی سے اتار دینے کے مجاز تھے اور خود یونسؑ بھی اپنی خوشی سے کشتی سے علیحدہ ہوگئے۔

حضرت یونسؑ نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور ایک مچھلی نے پانی میں گرنے سے پہلے نگل لیا ان تاریکیوں میں پہنچ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف ہوگئے اور اپنی لغزش کا اعتراف کیا تو اللہ نے اس مصیبت سے نجات دی اس پر مچھلی نے انکو ساحل پر اگل دیا اسکے پیٹ سے اور پانی سے باہر تو آگئے لیکن قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق سقیم تھے، سقیم عربی زبان میں بیمار کو کہتے ہیں جب مچھلی کے پیٹ میں کھانا دانہ نہ ملا تو تندرستی والی حالت برقرار نہ رہی، ضعف لازمی تھا ایسی حالت میں سایہ کا ہونا اور غذا کا ہونا ناگزیر تھا، اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک بیلدار درخت اُگا دیا۔ مشہور یہ ہے کہ وہ کدو کا درخت تھا قرآن مجید نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ (یونس: ۱۳۹ تا ۱۴۷)

''بے شک یونسؑ بھی پیغمبروں میں سے تھا جب کہ وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی میں پہنچا پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور مغلوب ٹھہرا پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روز قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں پڑا رہتا بالآخر ہم نے اس کو ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار وناتواں تھا اور ہم نے اس پر ایک بیلدار (کدو کا) درخت اگا دیا اور اسے ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔''

یہاں چند اشکالات پیدا ہوتیں ہیں:

(۱) یہ واقعہ کہاں پیش آیا تھا؟ (۲) مچھلی کونسی تھی؟ (۳) یقطین کے درخت سے کیا مراد ہے؟

تفسیر ماجدی میں ہے: کچھ لوگوں کے خیال میں حضرت یونسؑ کا یہ واقعہ بحیرہ روم میں ہوا تھا بعض علماء کے نزدیک اس واقعے کا تعلق دجلہ کے علاقے سے ہے جہاں شارک قسم کی عظیم الجثہ مچھلیاں زمانہ حال میں بھی دیکھی گئی ہیں انسان کو با آسانی نگل سکتی ہیں۔

ابوالکلام آزادؒ نے بھی اس کا محل وقوع دجلہ کو بیان فرمایا ہے بعض کے مطابق یہ شارک یا وہیل مچھلی تھی احمد الدین مارہردی کے مطابق یہ مچھلی بلین (Bleen) قسم کی ہوگی جس کے دانت نہیں ہوتے بلکہ اوپر کے جبڑے یا تالو میں چھلنی کی طرح ایک پردہ لٹکتا رہتا ہے چھوٹی غذا اس میں سے چھن کر اندر جاتی ہے اور بڑی غذا (جیسے انسانی جسم) کو نگلتے وقت چھلنی ایک طرف ہٹ جاتی ہے بالعموم یا تو اسے اگل دیتی ہے یا مرجاتی ہے چنانچہ دونوں قسم کے واقعات مشاہدہ میں آچکے ہیں، حضرت یونسؑ جب اس کے پیٹ میں گئے تو انہیں جز و بدن نہ بنا سکی نتیجتاً مچھلی نے انہیں ایک ایسے کنارے پر اگل دیا جو چٹیل میدان تھا۔

یقطین ہر اس درخت کو کہتے ہیں جو بے ساق اور بیلدار ہو۔

كل شجرة لاتقوم على ساق كالدباء والبطيخ والحنظل ونحوذالك فهى عند العرب يقطين (جریر)

قاموس کے لحاظ سے کل مالاساق له۔ لغات القرآن نے یقطین کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے: یقطین اسم جنس، کدو کا درلغت (بغوی ومحلی) بغیر تنا کی ہر بیل (سعید بن جبیر) بغیر تنا کی ہر بیل جو سردی میں باقی نہ رہ سکے (حسن ومقاتل بن حبان) امام بغویؒ فرماتے ہیں شجرة من يقطين يعنى القرع على قول المفسرين (بغوی)

یقطین کا درخت یعنی کدو مفسرین کے قول کے مطابق

مختلف احادیث میں کدو کیلئے الدباء اور قرع کا لفظ بھی مستعمل ہے یقطین سے مراد قرع یا الدباء بھی ہوسکتے ہیں قرع لوکی کدو کو بھی کہتے ہیں۔ الجمهور على انه القرع و فائدته ان الذباب لايجتمع عنده (مدارك) بحوالہ جواہر القرآن۔ جمہور کے مطابق یہ لوکی کا درخت ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ مکھیاں اس کے قریب جمع نہیں ہوتی، حضرت یونسؑ چونکہ مضمحل اور بیمار تھے جس کی وجہ سے مچھر اور مکھیاں اس پر جمع ہوسکتی تھی مگر اس پودے کی وجہ سے مکھیاں قریب نہیں آتی تھیں اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچتی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کدو کی بیل تو اتنی بلند نہیں ہوتی جس کی وجہ سے سایہ ہوجائے بیان

القرآن نے اس کا جواب دیا ہے کہ شاید اس میدان میں کوئی تناوار درخت ہوگا جس کے پتے سایہ دار نہ ہوں گے اس پر بیلدار درخت جس کے پتے چوڑے ہوں پھیل گیا ہوگا جس کی تعین بھی بعض روایات میں ہے کہ کدو کی بیل تھی، یا اسکا جواب یوں بھی ہوسکتا ہے کہ بطور خرق عادت اس درخت کی بیل کسی سہارے کے بغیر اوپر پھیل گئی کیونکہ معجزہ تھا اس لئے چڑھنے اور ٹھہرنے کیلئے کسی درخت یا دیوار کی ضرورت نہ ہوئی (تفہیم القرآن، انوار البیان) احمد الدین ماہروی یقطین کے بارے میں فرماتے ہیں:

آگین دراصل یقطین ہے جوایک خاص قسم کی گول لوکی کے واسطے استعمال ہوتا ہے اور مکران کے ساحلی علاقوں میں اگنے والی ایک خاص قسم کی گول لوکی کے واسطے استعمال ہوتا ہے اس کا مزا ککڑی کی طرح ہوتا ہے جو تربوز کے برابر ہوتی ہے چھلکا نرم اور لذیذ ہوتا ہے اور باآسانی کھایا جاسکتا ہے ساحلی علاقوں پر موجود مچھلیوں کی گلی سڑی ہڈیاں اوراور کانٹوں کے ڈھیر پر یہ پودا اگتا ہے اور خوب نشوونما پاتا ہے غلاظت کے یہ انبار بہت اعلیٰ قسم کی کھاد کا کام دیتے ہیں بیل دور دور تک پھیلی ہوتی ہے، جس کے اندر بیک وقت ایک نہیں دو چار انسان اپنے آپ کو بخوبی چھپا سکتے ہیں، پتے نہایت چکنے اور ملائم ہوتے ہیں جو نیچے نرم ونازک گدوں اور اوپر اوڑھنے کے لئے ریشمی چادر کا کام دیتے ہیں تری اور خشکی اتنی ہوتی ہے کہ آفتاب کی کرنیں اندر چھپے ہوئے انسان کو تکلیف نہیں دے سکتیں اس کا پھل میٹھا اور ہاضم ہوتا ہے مریض کے لئے اچھی غذا ہے اسکے اندر ایک کیمیاوی مادہ ہوتا ہے جو حشرات الارض اور مکھیوں کے لئے مہلک ہے، چنانچہ ادنیٰ کیڑے تو درکنار سانپ بچھو بھی اس کی طرف رُخ کرنے سے کتراتے ہیں (فقط واللہ اعلم بالصواب)

مکران ساحل طبعی طور پر ساحل عراق سے مشابہ ہے شاید وہاں پر بھی یہی درخت یا بیل تھا جس نے یونسؑ کو چھپا دیا تھا اور آرام وغذا کا بھی اعلیٰ انتظام تھا۔

امام ابو یوسفؒ اور ہارون الرشیدؒ کے درباری وزیر کا واقعہ

امام ابو یوسف ہارون الرشید کے دربار میں تشریف فرماتے تھے۔ ہارون الرشید بہت بڑے جاہ و جلال والے بادشاہ تھے اسلامی تاریخ میں آپ جیسا جاہ و جلال اور شان وشوکت والا حکمران نہیں گزرا۔ آپ میں جمال اور جلال کی جملہ صفات جمع تھیں، جب بادل آتے تو فرماتے کہ جاؤ جہاں برستے ہو برسو، چاہے افریقہ میں برستے ہو یا تاجکستان اور ازبکستان یا ہندوستان میں برستے ہو یعنی جس ملک میں برسو گے اس کا خراج میرے خزانے میں آئے گا۔ آپ کے دور میں اسلامی ریاست اتنی وسیع ہو چکی تھی، جیسا کہ پرانے زمانے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ انگریزی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ اسلئے ہر جگہ انگریز کی بادشاہت تھی اگر ایک جگہ ڈوب جاتا تو دوسری جگہ موجود ہوتا، تو ہارون الرشیدؒ کے زمانہ میں یہ کیفیت تھی

کہ اسکی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا تو آپ اسکی تعبیر ان الفاظ سے کرتے تھے کہ اے بادل جاؤ جہاں چاہو برسو فائدہ مجھے ہی پہنچے گا۔ اور قاضی ابو یوسفؒ اسکے قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس تھے۔ دربار لگا ہوا تھا وزراء ، امراء اور درباری موجود تھے کسی شخص نے یہ حدیث پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کدو بہت پسند تھا تو ایک امیر نے ناک بھوں چڑھا کر کہا کہ یہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے تو اسی وقت امام ابو یوسفؒ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور کھڑے ہو گئے اور چیخ اٹھے کہ النتع والسیف چونکہ آپ چیف جسٹس تھے فوراً حکم دیا کہ تلوار اور کھال لے آؤ اس زمانہ میں دربار کے اندر ہی آدمی کو ذبح کیا جاتا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ تلوار اور کھال لاؤ کہ ایک بڑا وزیر قتل ہونے والا ہے، اس لئے کہ اس شخص نے رسول ﷺ کی محبوب چیز کے مقابلہ میں ایسی بات کہی ہے۔ (نظام اکل وشرب)

حدیث اور عہد عتیق کے نوشتوں میں کدو کا تذکرہ

قرآن مجید میں کدو کے لئے یقطین اور عام عربی میں اور احادیث مبارکہ میں الدباء اور القرع کا لفظ مستعمل ہے حضور ﷺ کو کدو کا سالن بہت پسند تھا حضرت انس سے شمائل ترمذی میں ایک روایت ہے:

حضور ﷺ کو الدباء (کدو) مرغوب تھا ایک مرتبہ کسی دعوت میں تشریف لے گئے جس میں کدو تھا چونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو یہ بہت پسند ہے اسلئے اسکے قتلے ڈھونڈ کر اسکو حضور ﷺ کے سامنے کر دیتا تھا۔

حضرت انس چونکہ حضور ﷺ کے خادم تھے اس لئے پیغمبر ﷺ کے عائلی زندگی اور قیام وطعام سے خوب واقف تھے حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کدو سے محبت کرتے تھے (ابن ماجہ) بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضرت انسؓ سے روایت ہے ایک درزی سے دعوت میں حضور ﷺ کی خدمت میں کدو کا سالن پیش کیا آپ ﷺ نے اسے شوق سے تناول فرمایا، اسی روز سے میں اسے پسند کرتا ہوں اسکے علاوہ بہت ساری احادیث سے کدو کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ عہد عتیق کے یوناہ نوشتے میں حضرت یونسؑ کے واقعے کے ذیل تحریر ہے۔ ''تب خداوند نے کدو کی بیل اگائی اور اسے یوناہ کے اوپر پھیلایا کہ اسکے سر پر سایہ ہو اور وہ تکلیف سے بچے اور یوناہ اس بیل کے سبب نہایت خوش ہوا۔''

کدو کی نباتاتی جماعت بندی

قرآنی نام	:	یقطین (واحد یقطینہ)
عربی نام	:	الدباء (واحد دباءۃ)، القرع (واحد القرعۃ)
اردو نام	:	لوکی ، کدو

انگریزی نام	:	Gourd
نباتاتی نام	:	lagenaria siceraria standi
کنگڈم	:	نباتات
فائیلم	:	اینجیو سپرم
ذیلی فائیلم	:	یوڈی کوٹ(eudicots)، روزائڈ(roside)
آرڈر	:	cucurbitales
خاندان	:	ککر بیٹیسی(cucurbitaceae)
جنس	:	لیگینیریا(lagenaria)
نوع/قسم	:	lagenaria siceraria standi

100 گرام کدو میں غذائیت اور کیمیاوی عناصر

توانائی	63kg(15k cal)	کاربوہائیڈریٹ	3.69g
ریشے	1.2g	لحمیات	.02g
پروٹین	.6g		

وٹامن

تھائی مین (B1)	.029mg	رائبوفلیوین (B2)	.22mg
نیاسین (B3)	.39mg	B5	.144mg
بی6	.038mg	فولیٹ (B9)	4ug
وٹامن سی	8.5mg	کیلشیم	24mg
آئرن	.025mg	میگنشیم	11mg
مینگانیز	.066mg	فاسفورس	13mg
پوٹاشیم	170mg	سوڈیم	2mg
زنک	.7mg		

کدو کے فوائد

یہ ایک مشہور و معروف پھل ہے اس کی لمبائی زیادہ سے زیادہ گز بھر ہوتی ہے یہ ایک عام سبزی ہے جو دنیا بھر میں کاشت کی جاتی ہے، اس کا پودا ایک بیل ہوتی ہے جو زمین پر رینگتی ہے اس کے

پھل کا وزن ۱۰ کلوگرام تک ہوسکتا ہے، طبیعت کے لحاظ سے سرد تر ہے، کدو کے بیج پہلے درجے میں تر اور دوسرے درجے میں سرد ہیں۔ (حکیم عبداللہ)

کدو ایک لذیذ ترکاری ہونے کے ساتھ ساتھ طبی اعتبار سے بھی نہایت مفید اور کارآمد ہے کدو ایک ہلکی غذا ہے جس میں کیلوریز اور لحمیات نہ ہونے کے برابر ہیں فائبر، معدنیات اور پروٹین اس میں بکثرت پایا جاتا ہے معدے کو تسکین پہنچاتا ہے اور معدے کی کئی بیماریوں کو ختم کرتا ہے مثلا تیزابیت، معدے کی جلن قبض وغیرہ۔ کدو میں پوٹاشیم کافی مقدار میں پائی جاتی ہے اور سوڈیم بہت کم ہوتا ہے، اس لئے بلند فشار خون کے مریضوں کیلئے نہایت مفید ہے۔

ڈی ہائیڈریشن یعنی جسم میں پانی کی کمی کو پورا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ دست، ہیضہ اور انتڑیوں کے انفکشن میں دیا جاتا ہے۔ کدو کا جوس یرقان اور ٹائیفائڈ کے مریضوں کیلئے نہایت مفید ہے اس کے اجزاء میں وٹامن اے، بی، سی شامل ہیں جو دل ودماغ کو طاقت دیتا ہے (Desiclinic.com)

کدو کا جوس بالوں کو سفید ہونے سے بچاتا ہے، کدو کا جوس تھکاوٹ کو ختم کرتا ہے اور انسان کو تروتازہ رکھتا ہے (medinadia)

سردرد میں کدو کا تازہ گودا لے کر کھرل میں باریک کر کے پیشانی پر لگانے سے انشاء اللہ تھوڑی دیر میں آرام آجائے گا (خواص کدو)

کدو کے پانی سے سر دھونا یا پینا بھی گرمی کی وجہ سے سردرد کو ختم کرتا ہے، حلق کے ورم میں کدو کا پانی نیم گرم کر کے غرغرے کرانے سے ورم ختم ہوجاتا ہے، کسی چیز کو مکھیوں سے محفوظ رکھنا ہو تو اس پر کدو کی بیل کے پتے رکھ دیں اس پر ہرگز مکھی نہ بیٹھے گی (خواص کدو)

اگر گوندھے ہوئے آٹے کو اس پر لگا دیں اور چولہے یا تنور میں اس کو بھون کر اس کے پانی کو لطیف مشروب کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بخار کی تیز قسم کی حرارت کو ختم کرتا ہے پانی کی تشنگی دور کرتا ہے، عمدہ تغذیہ کرتا ہے (حکمت قرآن اپریل ۲۰۰۶)

کدو ایک نہایت مفید ترکاری ہے جس میں عمدہ قسم کا Pectin پایا جاتا ہے جو معدہ اور ہاضمہ کے لئے مفید ہے کیمیاوی اعتبار سے لوکی ترکاری دوسری ترکاریوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں وٹامنز کے علاوہ مختلف دھاتیں پائی جاتی ہیں جو مختلف بیماریوں میں مفید ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی اپنی تصنیف ''اسلام کا نظام اکل وشرب'' میں اس طرح کدو کے فوائد ذکر کرتے ہیں: علماء حدیث اور اطباء نے کدو کے بہت سے فوائد لکھے ہیں: ایک صاحب نے بیس تک بڑے بڑے فوائد بیان کئے ہیں۔

(۱) کدو بذات خود بھی جلد ہضم ہوتا ہے اور دوسری چیزوں کو بھی ہضم کرتا ہے۔
(۲) عقل کو تیز اور دماغ کو قوت دیتا ہے۔ (۳) بخار میں مبتلا شخص کو آرام وسکون دیتا ہے
(۴) بزرگوں سے منقول ہے: من اکل القرع بالعدس رق قلبه وزید فی جماعه وان اخذ بالرمان الحامض والسماق نفع الصفرا جس کسی نے مسور کے دال کے ساتھ کدو پکا کر کھایا اسکا دل مضبوط اور قوت مردمی میں اضافہ ہوگا۔ اگر اسے ترش انار اور سماق کے ساتھ ملایا جائے تو یہ صفراء کو دور کرتا ہے۔ سماق ایک قسم کی بوٹی ہے جو بھوک بڑھانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔
(۵) گرمی کے سر درد کو دور کرتا ہے۔ (۶) پیٹ کو نرم کرتا ہے۔
(۷) بخار کو توڑنے کیلئے کدو کھلانے اور کاٹ کر جسم پر پھیرنے سے کوئی اچھی دوا نہیں۔
(۸) پیاس بجھاتا ہے اور جگر کی گرمی کو دور کرتا ہے۔
(۹) کدو کا بھرتہ کر کے اسکا پانی نکال کر آنکھ میں ڈالنے سے یرقان کی زردی جاتی رہتی ہے۔
(۱۰) کدو کو کھانڈ کے ساتھ پکا کر دینے سے جنون اور خفقان میں فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے پانی کی کلیاں کرنے سے مسوڑھوں کا ورم جاتا رہتا ہے۔
(۱۱) کدو کا چھلکا پیس کر کھانے سے دانتوں اور بواسیر سے آنے والا خون بند ہو جاتا ہے۔
(۱۲) کدو کا مربہ جگر کی سوزش کیلئے از حد مفید ہے۔
(۱۳) کدو کا بیج خون نکلنے کو روکتا ہے۔ (۱۴) کدو کا بیج جسم کو فربہ کرتا ہے۔
(۱۵) کدو کے تیل کو سر میں ملنا نیند کیلئے مفید ہے اور داد چنبل کیلئے فائدہ مند ہے۔
(۱۶) ہومیوپیتھک کے ماہرین کہتے ہیں کہ متلی اور قے کو روکنے کیلئے کدو سے کوئی بہتر دوا نہیں اور حاملہ عورت کو حمل کے ابتدائی ایام میں صبح کی متلی اور استغراق کو روکنے کیلئے اکسیر ہے اور پیٹ سے کیڑے نکالنے کیلئے مفید اور یقینی دوا ہے۔
(۱۷) کدو کے مغز کے دو بڑے چمچے شہد کیساتھ کھانے سے پیشاب کی جلن ختم ہو جاتی ہے۔
(۱۸) جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ پیٹ کی تیزابیت کو ختم کرنے میں کدو اکسیر دوا ہے۔
(۱۹) کدو پھل کو سرکہ میں گھول کر پیروں پر لگانے اور محلول کھانے سے پیروں کی جلن درست ہوتی ہے۔
(۲۰) دہلی کے اطباء کڑوے کدو کو خشک کر کے جلا کر شہد میں ملا کر اسکی سلائی ان مریضوں کو لگاتے تھے جنہیں نے رات کے وقت ٹھیک دکھائی نہیں دیتا تھا۔

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب:

الحمدللہ ۱۹رشوال ۱۴۳۶ھ بمطابق ۰۵راگست ۲۰۱۵ء بروز بدھ کو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باقاعدہ آغاز ہوا۔اس سے قبل دارالعلوم کے تمام درجات میں کثیر تعداد میں خالصتاً میرٹ اوروفاق المدارس کی اسناد کی بنیاد پر داخلے ہوئے اور باوجود سخت امتحان (انٹری ٹسٹ) اورقواعد وضوابط کے شعبہ درس نظامی، حفظ، تخصص وغیرہ میں ہزاروں طلباء کے اس سال الحمدللہ داخلے مکمل ہوئے۔جن میں صرف دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد پندرہ سو کے لگ بھگ ہے جبکہ وسائل کی کمی اور حالات کی خرابی کی وجہ سے نہایت سخت قیود وشرائط کا لحاظ رکھا گیا تھا۔افتتاح کے موقع پر دارالعلوم کے تمام اساتذہ' مشائخ وطلباء ایوان شریعت (دارالحدیث) کے وسیع وعریض ہال میں جمع تھے۔حسب سابق پہلے اجتماعی طور پرقرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ پھراسکے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درس حدیث ترمذی سے باقاعدہ اسباق کا آغاز کیا۔اس موقع پرآپ نے طلباء سے فضیلت علم، علماء، طلباء کی ذمہ داریاں، پابندی اوقات اورموجودہ نئے حالات میں دینی مدارس اور علماء وطلباء کو درپیش نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے بھرپور علمی تیاریوں کے بارے میں نصیحت آموز اور سیر حاصل خطاب فرمایا۔ پھرنائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے تفصیلی اور ہدایات سے بھرپور جامع خطاب فرمایا جبکہ اختتامی دعا حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب نے فرمائی۔

دارالعلوم حقانیہ کی نئی زیر تعمیر جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ کے تہہ خانے کے حصے کا افتتاح

۲۰ررمضان المبارک ۱۴۳۶ھ ۰۷رجولائی ۲۰۱۵ء بروز منگل کو دارالعلوم حقانیہ کی نئی عظیم الشان تاریخی مسجد کے تہہ خانے کا افتتاح ہوا۔چونکہ پرانی جامع مسجد شہید ہوگئی تھی جس میں ہر سال رمضان المبارک میں علاقہ بھر کی بڑی تعداد میں معتکفین حضرات اعتکاف کی سعادت حاصل کرتے تھے، لہٰذا رمضان المبارک کے مقدس ایام میں تہہ خانے میں دن رات ایک کرکے ۷۰۰۰ سکوائر فٹ کا حصہ تیار کردیا گیا

اورعصر کی نماز دارالعلوم حقانیہ کی بزرگ ترین شخصیت مجذوب ، عارف، صوفی، حضرت مولانا خیرالبشر صاحب مدظلہ کا انتخاب مشورہ سے ہوا اور انہوں نے پہلی نماز پڑھائی جبکہ پہلی تکبیر مولانا راشد الحق نے ادا کی اور جہری نماز مغرب پڑھانے کی سعادت مولانا عرفان الحق کے حصے میں آئی ، پھر اسی روز عشاء کو ختم قرآن پاک کی تقریب بھی اِس نو تعمیر مسجد کے تہہ خانے میں منعقد ہوئی جس میں ایک قرآن کا اختتام ہوا اور دوسری دس رکعت میں دوبارہ ختم قرآن کا آغاز بھی ہوا ، اس سال ۱۳۰ر معتکفین حضرات نے اعتکاف کی سعادت پائی۔الحمدللہ بڑے بابرکت ایام اور عبادات سے نئی مسجد کا آغاز ہوا۔ ۱۰ارجولائی کو جمعہ کا پہلا خطبہ ونماز اس مسجد میں نائب مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔الحمدللہ ان مواقع پر مسجد میں تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات واسفار

حضرت مولانا مدظلہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور ۲۱رجولائی کو بخیر وعافیت واپس تشریف لائے ۔حضرت مولانا عبدالحلیم عرف دیر بابا جی،مولانا سعید الرحمٰن،مولانا شیر عالم،مولانا احمد شاہ،عبدالحق ثانی صاحبان نے بھی اس سال عمرہ کی سعادت حاصل کی۔

اہم شخصیات کی دارالعلوم آمد

گزشتہ کئی دنوں میں افغانستان و پاکستان کے کئی اہم و جید علماء کرام دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے افغانستان سمیت کئی دیگر اہم موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی۔اسی طرح افغان سفیر برائے پاکستان جانان موسیٰ زئی بھی اہم سفارتکار سمیت ۸راگست کو دارالعلوم تشریف لائے۔آپ نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا دورہ کیا ،بعد میں افغانستان کی صورتحال پر چار پانچ گھنٹے تفصیلی بات چیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ان کی رہائش گاہ پر کی۔اس موقع پر افغانستان کے وزیرخارجہ نے افغانستان کے رہنما اشرف غنی کا اہم پیغام بھی مولانا کو پہنچایا۔

دارالعلوم میں خیمہ بستی کا قیام

امسال ہزاروں طلباء دارالعلوم میں داخلے کے لئے تشریف لائے،سخت قواعد و ضوابط اورامتحانات کے باوجود دارالعلوم کے مختلف ہاسٹلز کے سینکڑوں کمرے تنگ دامنی کا شکار رہوئے اور تقریباً

سات سو کے قریب طلباء کو ہاسٹل میں جگہ نہ مل سکی۔ دارالعلوم کی انتظامیہ نے ہنگامی بنیادوں پر طلبہ کیلئے خیمہ بستی کا قیام عمل میں لایا گیا کہ تاکہ فی الحال سر چھپانے کے لئے جگہ میسر ہو۔ بعد میں مستقل بنیادوں پر بندوبست کردیا جائے گا۔

دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا ہنگامی اجلاس

گزشتہ دنوں پے درپے دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا ہنگامی اجلاس منعقد ہوا، جس کا ایجنڈا جدید و قدیم طلباء کا داخلہ، داخلہ ٹیسٹ، پرچوں کی جانچ پڑتال، دارالاقاموں میں کمروں کی تقسیم و دیگر مسائل موضوع بحث رہے۔ اجلاس میں حضرت مہتمم صاحب اور حضرت نائب مہتمم صاحب بذات خود شریک ہونے کے ساتھ ساتھ اساتذہ اور دارالعلوم کے عملہ نے شرکت کی۔ جس میں تمام اساتذہ کرام نے حسب سابق اپنی ذمہ داریاں نبھانے کا عہد کیا۔

☆ جبکہ دوسرا اجلاس داخلہ کے بعد منعقد ہوا جس میں مہتمم صاحب ونائب مہتمم صاحب سمیت تمام اساتذہ نے شرکت کی۔ اجلاس میں کمروں اور درسگاہوں کی حاضری، مطالعہ کی ترتیب اور دارالاقاموں میں مزید رَش کی وجہ سے متبادل انتظامات خصوصاً خیمہ بستی وغیرہ پر طویل غوروخوض کیا گیا۔ تمام اساتذہ کرام نے مہتممین کے سامنے اپنے اسباق اور درسگاہوں کی تفصیلی رپورٹ بھی پیش کی۔

مجلس شوریٰ کی مولانا فیض الرحمٰن حقانی کو خراج تحسین

حضرت مہتمم صاحب اور حضرت مولانا انوارالحق صاحب کی موجودگی میں تمام مجلس شوریٰ نے دارالعلوم کے جید مدرس و محقق حضرت مولانا فیض الرحمٰن حقانی کو ان کی تصنیفی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ یہ دارالعلوم کیلئے بہت فخر کی بات ہے کہ اُن کی عربی تصنیف الارشاد الی تحقیق بانت سعاد دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان سے شائع ہوئی۔ لہٰذا اس علمی کام پر وہ ہم سب کی طرف سے شکریہ اور تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔

دارالعلوم میں شعبہ ادب عربی کی تجدید نو:

گزشتہ سال سے دارالعلوم میں جزوی طور پر عربی ادب پڑھانے کیلئے لبنان کی علمی وروحانی شخصیت شیخ محسن الرفاعی کو تعینات کیا گیا۔ اس سال باقاعدہ طور پر درجہ اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ اور درجہ تکمیل میں باقاعدہ اُن کا درس رکھا گیا۔

محمد اسرار ابن مدنی

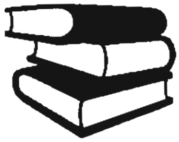

تعارف وتبصرہ کتب

● تحفه القاری بحل مشکلات البخاری (ج ۲) ...... علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ

ضخامت ۶۴۴ صفحات ناشر: ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور

اہل علم وفضل میں وہ کون ہوگا جو امام الجلیل فخر المحدثین والمفسرین والمتکلمین العلامہ محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے عبقری شخصیت کے علم وفضل سے واقف نہ ہو ان کا نام تو کسی تعارف کا محتاج ہے اور نہ کام، ان کے قلم سے نکلے ہوئے شہ پارے قرآن وسنت، فقہ وکلام پر ان کی گہرائی اور مضبوط گرفت پر دلالت کرتی ہے کوئی ایسا موضوع غالباً نہیں ہوگی جس پر علامہ کاندھلویؒ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ آپ کی شخصیت کمالات علمی اور کمالات ظاہری و باطنی کے اعتبار سے مرجع عوام وخواص تھیں۔ تبحر عالم، تحقیق وتفقہ، تقوی طہارت میں اعلی مقام رکھتے تھے۔

کسر نفسی کی شان رکھنے والے فرد رشید کے قلم سے یہ گوہر افشان کتاب تحفه القاری بحل مشکلات البخاری کی دوسری جلد ہمارے سامنے ہے اس کی پہلی جلد منظر عام کو معطر کر چکے ہیں۔ صحیح بخاری ایک مشکل اور ادق کتاب ہے اس کی مشکل مواقع کا حل دل گردے کا کام ہے۔ عربی زبان میں علامہ صاحب نے اس کی شرح تحریر فرما کر اس کے حیات میں اسکی تین جلدیں بغیر تعلیقات کے شائع ہوئی تھی۔ اب ایک قابل قدر محقق ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی نے اس شرح کی تدوین نو کا آغاز فرمایا ہے یہ اسکی دوسری جلد ہے وقیع علمی تعلیقات سے اس کو مزین فرمایا گیا ہے۔ یہ شرح علمی اور اسلامی دنیا کے لئے قابل قدر علمی خزینہ ہے۔ مصنف نے تمام مباحث پر کما حقہ حسب استطاعت حق ادا کیا ہے یہ کتاب غالباً ۱۳ جلدوں کو محیط ہے، اللہ کرے اسی طرح یہ شرح جلد مکمل ہو جائے اور اہل علم وتحقیق کے تشنگی بجھانے کا سبب بنے یہ دوسری جلد کتاب العلم، کتاب الوضو، کتاب الحیض، کتاب التیمم، کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے۔

ان ابواب میں جہاں بھی مشکل مقامات ہے اسکی وضاحت نہایت ہی بلیغ انداز میں کیا اور اسلوب تحریر عام فہم اور سہل ہے۔ اللہ مولانا خلیل احمد تھانوی کو استقامت عطاء فرمائے کہ اس کی بقیہ جلدوں کی اشاعت کا بندوبست کریں تا کہ یہ شرح مکمل ہو کر علمی دنیا میں ایک خلا کو پر کر سکیں۔ (مبصر: محمد اسلام حقانی)

● احسن الفوائد شرح الفقہ الاکبر...... مؤلف: مولانا سید شاہ حسنؒ

ضخامت: ۲۴۰ صفحات ناشر: مکتبہ شمس العلوم ژوب بلوچستان :0332-0212276

عقائد اور علم الکلام کے باب میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کتاب الفقہ الاکبر بڑی اہمیت و حیثیت کی حامل ہے جو عقائد اور کلام کے موضوع پر ایک قوی مرجع سمجھے جاتے ہیں۔ جس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ نے عقائد کے اساسیات سے نہایت ہی مختصر الفاظ میں سیر حاصل بحث کی ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے اس کتاب کی بہت سے شروحات مختلف زبانوں میں مختلف زمانوں میں مختلف علماء کرام نے لکھی ہے اور بعض نے اسکو وقیع حواشی سے مزین کیا ہے ان شروحات میں شہرۂ آفاق شرح امام ملاعلی القاریؒ کی ہے جو ''شرح فقہ الاکبر'' کے نام سے متداول ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اب بھی علماء و محققین حضرات اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق اس پر شروحات و تعلیقات لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا سید شاہ حسن صاحبؒ ژوب بلوچستان کے ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں فخر المحدثین شیخ الحدیث فخر الدین مراد آبادیؒ کے تلمیذ رشید، معقولات کے ماہر استاد، کئی مغلق کتابوں پر انکے حواشی ثبت ہے۔ زیر تبصرہ کتاب "احسن الفوائد شرح الفقہ الاکبر" ان کی کاوش ہے فصیح عربی میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے اپنی استعداد اور صلاحیت اور تحقیق کے مطابق ہر عقیدہ پر مفصل بحث کر کے متن کو حل کیا ہے شرح کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طالب علم جس کو سمجھ کر دوران درس پائی جانے والی تشنگی کو بجھا سکے۔

اس نقطہ نظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مولانا شاہ حسن صاحبؒ نے عالمانہ اسلوب میں قرآن و حدیث اور اجماع کی روشنی میں اس کتاب کے متن کو واضح کیا ہے اور کسی اسلامی علمی کتاب کے مفید ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ اس میں قرآن وسنت کے جواہرات سے استدلال پایا جاتا ہو اس پر مستزاد یہ کہ مولانا سید شاہ حسنؒ کے فرزند ارجمند مولانا قاسم شاہ نے وقیع تعلیقات سے اس کتاب کو مزین کیا ہے جس سے کتاب کے حسن میں مزید رعنائی آئی۔ نور علی نور کا مصداق ہے ارباب علم وفضل مدرسین علم کلام کے لئے تحقیق تدقیق کے لئے ایک قیمتی سوغات ہے کتاب کی اہمیت کے حوالہ سے فخر المحدثین مولانا حسن جان شہیدؒ رقمطراز ہے۔ وانی اتمنی أن اقرأ ھذا الکتاب حرفاً حرفاً واستفید منہ کلمةً ولفظاً لفظاً وان یجعل فی المنھج السائد عندنا فی المدارس الاسلامیة وخاصاً ما یکون منھا تحت

اشراف الوفاق۔ کتاب کی ظاہر سے ناشر کے ذوق جمال وکمال کا اندازہ ہوتا ہے مجلد، ٹائٹل دیدہ زیب، کمپوز معیاری، اغلاط کم کم پائے جاتے ہیں۔ (مبصر: محمد اسلام حقانی)

● **تناقضات زبیر علی زئی ....مؤلف: مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی**

ضخامت ۳۷۱ صفحات ناشر: خانقاہ امدادیہ مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدینہ مسجد حضرو اٹک

''امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام'' کے مؤلف کی آٹھویں کتاب ''تناقضات زبیر علی زئی'' کے نام سے موسوم ہے۔ مولف زید مجدہ حنفیت کے دفاع اور غیر مقلدین حضرات کے ردونقد میں خاصی ذوق رکھتے ہیں۔ اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل وسیع مطالعہ کا مالک ہے، انکی کتابیں خواص وعوام میں مقبول ہوتی جارہی ہے۔

محترم جناب حافظ مولانا زبیر علی زئی صاحبؒ طبقہ اہلحدیث کے ایک منجھے ہوئے لکھاری ماہنامہ 'الحدیث' حضرو کے مدیر، کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان کی تحقیقات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور علم الحدیث اور اسماء رجال پر کافی تعلیقات لکھ چکے ہے۔ تاہم ان کا دائرہ تحقیق کبھی کبھی بدلتا رہتا ہے ہر دوسری کتاب پہلی کی تردید ہوتی ہے۔ زبیر علی زئی صاحب کبھی کبھار قلم سے نشتر کا کام لیتے تھے اور ائمہ کبار خصوصاً امام ابوحنیفہؒ تک کو معاف نہیں کرتے تھے۔ حافظ ظہور الحسینی صاحب نے انہیں کے کتابوں سے ۱۵۰ تناقضات کو اکھٹا کر کے اسکا خوب علمی جائزہ لیا اور گہرائی سے ان سے سرزد غلطیوں کی نشاندہی کی اور شکوک وشبہات کو بہتر انداز میں یقین کی بھٹی میں ڈال کر اسکا ازالہ کیا گیا ہے حافظ زبیر علی صاحب کی کتابوں کا جائزہ لینے کے لئے یہ کتاب ایک مربوط منظم، علمی اور تنقیدی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اہل علم وفضل کے لئے ایک نسخہ کیمیا اور ارباب ردونقد کیلئے ایک نمونہ ہے۔ جس میں مصنف نے زبیر صاحب مرحوم کی کتابوں کا گہرائی سے جائزہ لے کر عالمانہ نقد پیش کیا، لیکن اختلافات میں امت کے اتحاد کے نقطہ نظر کو ملحوظ رکھ کر امت کے مجموعی جسد کا خیال رکھنا اور جانب مخالف عالم کے ذاتیات کے بجائے اس کی جن علمی تحقیقات سے اختلاف ہو اسکا جواب اور ٹھوس نقد پیش کیا جائے تو امت کو فائدہ ہوگا اور ان اختلافی مباحث میں لعن طعن، تحقیر وتذلیل سے اجتناب کی ضرورت ہے۔ اللہ کرے امت دوبارہ جسد واحد کا روپ دھارے۔ (مبصر: محمد اسلام حقانی)

● **تحفة القاری لحل ما فی صحیح البخاری (ج۳)......مؤلف: مولانا محمد یوسف مدنی**

ضخامت: ۵۴۲ صفحات ناشر: مکتبہ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی نمبر 5

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف مدنی مدظلہ حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ کے فرزند ارجمند نہایت قابل اور جید عالم

دین اور صاحب ورع وتقوی ہے،اور بڑی اعلیٰ پائے کے علمی اور قد آور شخصیت ہیں ،لولد سر لابیہ کے مصداق ہیں، معہد الخلیل الاسلامی میں استاد حدیث کے مسند پر فائز ہیں ،زیر نظر کتاب تحفة القاری مولانا یوسف مدنی کی کاوش اور رشحات قلم کا مجموعہ ہے صحیح بخاری کی یہ شرح اردو زبان میں ایک جامع علمی نمونہ ہے زیر تبصرہ جلد وفاق المدارس العربیہ بنات کے نصاب میں صحیح بخاری کا جو حصہ شامل ہے اس حصہ کی یہ مکمل اور جامع اور مستند تشریح ہے مصنف علام نے اس حصہ میں بنات کا لحاظ بھی بخوبی رکھا ہے، اور بڑی عرقریزی ،محنت اور جانفشانی سے اس شرح کو تیار کیا ہے اور تشنگان علوم حدیث کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کی سعی کی گئی ہے ،اور تمام مشکل الجواب اور مشکل مقامات پر سیر حاصل علمی مباحث کیں ہیں ، مولف نے ایک ایسی ضرورت کو پورا کیا ہے، کہ اردو میں اسکی طلب تھی شرح کا اسلوب اور انداز تحریر نہایت سہل اور اسکی چاشنی ،سہل نگاری ،سلاست اور روانی قاری خود محسوس کریں گے۔

امید ہے طلباء اس سے مستفید ہوتے رہیں گے ،اللہ تعالیٰ مؤلف کو عمر جاوداں عطاء فرمائے ،اور ہر لمحہ پرشاداں وفرحاں رکھے تا کہ اسکی مزید جلدیں منظر عام کو معطر کرسکیں ۔(مبصر:محمد اسلام حقانی)

● سہ ماہی انوار اسلام حیات شاد نمبر .... مولانا مفتی احمد نور صاحب

ضخامت:۵۰۶صفحات ناشر: جامعہ اشرفیہ مانکوٹ تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال (03027304901)

مولانا محمد اشرف شاد صاحب مرحوم عصر قریب کے انتہائی جید، محقق اور مدرس تھے، درس نظامی خصوصاً فنون میں وہ امام الصرف والنحو سے مشہور ہوئے۔ پاکستان کے اطراف واکناف سے ہزاروں طلباء ان سے فیض یاب ہوئے۔ انتہائی سادہ، نرم دل، شفیق اور محبوب شخصیت کے مالک تھے۔ پاکستان میں عموماً جبکہ پنجاب میں خصوصاً اکثر مذہبی قیادت نے ان سے کسب فیض کیا، راقم نے خود اُن سے ارشاد الصرف پڑھا...... منفرد انداز تدریس کی وجہ سے ان کی ادائیں آج تک دل ودماغ میں ثبت ہیں۔ مرحوم مذاق کی اعلیٰ حس رکھتے تھے،کبھی پٹھان اور کبھی پنجابی طلباء کو چھیڑنے کے لئے عجیب لطائف دوران درس سنایا کرتے تھے۔ان کی تدریس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کمزور سے کمزور، نالائق سے نالائق طالب میں بھی پڑھنے کا جذبہ اور Motivation پیدا کرتے تھے، جس کے اثر سے درس نظامی کے طویل وعریض علمی سفر کو بڑی آسانی سے عبور کرسکتا تھا۔ایسے علمی اور فنافی اللہ شخصیات کے سوانح اور علمی خدمات اکثر انکی کسر نفسی کی وجہ سے حیطہ تحریر میں لانا کارے دارد...... مگر اللہ تعالیٰ استاذ محترم کے فرزند دلبند مولانا مفتی احمد نور حفظہ اللہ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ جنہوں نے انتہائی کوشش اور جانفشانی کے بعد سہ ماہی ''انوار اسلام'' کا خصوصی شمارہ ''حیات شاد'' نمبر نکالا۔سہ ماہی ''انوار اسلام'' مولانا شاد مرحوم کا قائم کردہ ادارہ جامعہ

اشرفیہ مانکوٹ کا ترجمان ہے۔زیر تبصرہ کتاب حیات شاد نمبر سات ابواب پر مشتمل ہے .جس میں حسب ترتیب حیات وافادات، اہل علم وتلامذہ کے تأثرات ،مشاہیر کا خراج عقیدت، مکتوبات اور منظوم خراج عقیدت قابل ذکر ہیں، راقم کے خیال میں حضرت الاستاد مرحوم کی جامعیت اور رفعت شان کا تقاضا ہے کہ ان پر مکمل جامع اور مستند سوانح حیات تیار کی جائے انوار اسلام کی یہ منفرد کاوش حضرت الاستاد مرحوم کے سوانح کی خشت اول ہے۔امید ہے صاحبزادہ احمد نور صاحب اور انکی ٹیم اپنے والد مرحوم کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے دیگر علمی کاموں کی طرح یہ کام بھی پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے ،(مبصر:محمد اسرار مدنی)

● **سوانح مولانا عبدالجبار کوٹھوی ....مؤلف: مولانا خلیل احمد مخلص**

ضخامت: ۵۱۲صفحات ناشر: جامعہ دارالعلوم سعیدیہ کوٹھا صوابی

صوابی کے نامور اور جید علماء جنہوں نے تاریخ کے اوراق میں اپنے لئے جگہ بنائی ہیں۔ان میں ایک شیخ القرآن والتفسیر حضرت مولانا عبدالجبار کوٹھویؒ بھی ہے جو مولانا خلیل احمد مخلص صاحب (سابق ممبر قومی اسمبلی) کے جد امجد ہیں ۔انہوں نے اپنے جد امجد کی تذکرہ وسوانح کو کتاب کی شکل میں محفوظ کر کے بعد از مرگ اپنے مرحوم دادا کی روح کو یقیناً جلا بخشی ہوگی۔مولانا عبدالجبار کوٹھویؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں مگر اس کتاب کے ذریعے سے ریکارڈ شخصیت، ریکارڈ علمیت اور ریکارڈ مناقب کو گنجینۂ اوراق میں صدیوں تک محفوظ کر کے آنے والے نسلوں کیلئے آپ کی شخصیت کو ایک مکمل شخصیت کے آئینے میں نکھارنے کا سامان مہیا کر دیا گیا ہے۔جس کے مرتب مولانا خلیل احمد مخلص قابل صد تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔مولانا عبدالجبار کوٹھویؒ کی شخصیت کی دلآویزی زیر نظر کتاب میں حسین وجلیل انداز میں تحریر کی گئی ہے۔کتاب کل اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے جس میں مولانا کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔آپکی زندگی، ولادت، خاندانی شجرۂ نسب، درس وتدریس، دینی خدمات ،تذکرہ اساتذہ وتلامذہ اور مولانا کے نام اکابر کے مکاتیب کو احسن طریقے سے زیب اوراق کیا ہے۔جس کو پڑھ کر قاری محسوس کرتا ہے کہ مولانا عبدالجبار کوٹھویؒ ایک جامع الکمالات اور علمی شخصیت تھے۔زیر تبصرہ کتاب اسلوب بیان کے حوالے سے منفرد حیثیت کا حامل ہے علم وادب کی چاشنی، شگفتگی اور حلاوت کتاب کے صفحہ صفحہ سے جھلکتی ہے۔(مبصر:مولانا راحت نیاز حقانی)

قومی، ملی، مذہبی، سیاسی، تہذیبی، سماجی، تمدنی، تعلیمی اور ادبی موضوعات
پر لکھے گئے کالمز و مضامین کا دلچسپ مجموعہ

صحرا میں اذان

رشحات قلم:
فصیح الدین اشرف (پی ایس پی)
دانشور، ادیب، کالم نگار، مدیر اعلیٰ پشاور ریسرچ لائبریری

ناشر:
سنگ میل پبلشرز، لوئر مال روڈ لاہور

نامور دینی، علمی اور ملی شخصیت

الحاج بشیر احمد زرگر

کے دینی و سیاسی کارناموں کا تذکرہ اور خطوط مشاہیر

تحقیق و تصنیف: ڈاکٹر عبدالشکور عظیم
کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ۔ 066 2242912
ناشر: مسجد الفرقان، کینٹ بازار ملیر کینٹ کراچی

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین سوانحی اور تاریخی پیشکش

مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق
کے علم وقلم، ادب وتاریخ، درس وتدریس،
اعلاء کلمۃ الحق، قومی وملی اور سیاسی خدمات،
قادیانیت سمیت تمام فرق باطلہ اور اُمت مسلمہ
کے خلاف عالمی صلیبی اور صیہونی دہشت گردی کا تعاقب،
نفاذِ شریعت کے لیے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر
تاریخ ساز جدوجہد، افغان جہاد، اور
تحریکِ طالبان سے لے کر دفاعِ پاکستان کونسل تک

تذکرہ و سوانح
شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق
جو ایک مردِ مجاہد کی
کہانی ہی نہیں
ایک عہد کی تاریخ ہے
ایک داستانِ سبق آموز ہے

تقریباً
پون صدی
پر مشتمل دلآویز،
سبق آموز داستانِ عزیمت

حیاتِ خدمات

مولانا عبدالقیوم حقانی

دو ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آ گئی ہے، ہدیہ: 900 روپے

جامعہ ابوہریرہ

القاسم اکیڈمی

خالق آباد ○ نوشہرہ ○ کے پی کے ○ پاکستان

رابطہ نمبرز: 0301-3019928
0346-4010613

موتمر المصنفین کی نئی علمی ، ادبی اور اصلاحی پیشکش

خوشخبری

دارالعلوم کے گزشتہ ۶۷ سالہ دور میں جن مشاہیر علم وادب اور ارباب فکر ونظر علماء ومحدثین، صوفیائے کرام، مشائخ عظام واکابرین امت، نامور اہل قلم، دانشور ومصنفین، مذہبی وسیاسی زعماء نے دارالعلوم حقانیہ کے منبر ومحراب سے جو خطبات فرمائے ہیں، ان کا مجموعہ

منبر حقانیہ سے

خطبات مشاہیر

کے نام سے ہزاروں صفحات پر مشتمل دس ضخیم جلدوں میں

یہ ذخیرہ دارالعلوم کے سرسٹھ (۶۷) سالہ دور پر محیط ہے علم وعمل، معارف وحکم، دعوت وجہاد، حکمرانی وسیاست اور تصوف وارشاد کا یہ بحر ذخار تشنگان علم وحکمت کیلئے ایک عظیم نعمت ثابت ہوگا۔

جمع ترتیب وتدوین

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

ملنے کا پتہ

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ 0333 9102368

Regd No.P-90 Monthly "AL-HAQ" Akora Khattak

(پرشکوہ مجوزہ ماڈل) عظیم الشان تعمیری منصوبہ

جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

زیرتعمیر جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (برلب جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک)

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ۔ آن لائن اکاؤنٹ نمبر
01124020100011026

1 لاکھ فٹ کورڈ ایریا۔ 3 منزلہ مسجد۔ کشادہ ہال۔ گیلریاں

وسیع صحن، تین اطراف سے برآمدے۔ بیسمنٹ میں دارالحفظ والتجوید کا قیام

الگ سیکشن برائے نماز خواتین

تخمینہ لاگت 20 تا 25 کروڑ

آئیں ہم سب مل کر صدقہ جاریہ کے اس عظیم الشان عمل میں شامل ہو کر

آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کر کے جنت میں اپنا گھر ابھی سے بنوائیں۔